جذبات شاد

ریختۂ کلک گہر سلک

عالیجناب معلّی القاب راجۂ راجایان مہاراجہ

سر کشن پرشاد بہادر کے سی۔ آئی۔ ای

یمین السلطنت پیشکار و وزیر اعظم دولتِ آصفیہ

المتخلص بہ شاد تلمیذ حضرت

آصف خلد اللہ ملکہٗ

در محبوب پریس علاقہ پیشکاری طبع شد

سنہ ١٣٢٩

فہرست مضامین جذبات شاد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل امر مرہون باوقاتہا

یہ امر مسلمہ ہے کہ انسان کے ارادون مین ایک حدتک کامیابی ضرور ہوتی ہے۔ خواہ سعی سے یا بلاسعی کے لیکن اسکے لیے وقت درکار ہے۔ اس مسئلہ مین لوگون کی مختلف رائین ہین۔ اور جتنی زبانین ہین اُتنی ہی باتین ہین کہ سعی کرنے سے انسان جلد فائزالمرام ہوجاتا ہے یا بخلاف اِسکے توکل انسان کو کامیابی کے رتبۂ معراج کو پہونچاتا ہے۔ ہمکو تجربہ بتلاتا ہے کہ سعی کرنے سے بعض اوقات بعض ارادون مین فوراً ہی کامیابی نہین ہوتی۔ اور بدون سعی کے اکثر ایسا ہوا ہے کہ اِدہر خیال آیا اور مُنھ مانگی مراد پائی تاہم سعی کرنے کا پہلو اسبابِ دنیوی کے لحاظ سے زبردست

ہونا چاہیے۔ اور اسکے ساتھ ہی مشیت پر پورا بھروسہ کرنا اور اُسکے فضل کا امیدوار رہنا سعادتمندی اور ایمان کی دلیل ہے۔

مجھے ایک مدت سے حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودراز کا عرس دیکھنے کی تمنا ایسی تھی جسطرح اب تک حضرت قبلہ و کعبہ خواجہ معین الدین چشتی سنجری کے عرس مین شرکت کی تمنا میرے دلمین بصورت یکین دل شکن ہے۔ اگرچہ دربار اجمیر شریف مین ایکبار حاضر ہو کر دین و دنیا کے سرتاج کی آستان بوسی کا شرف حاصل کرچکا ہون۔ لیکن وہ زمانہ عرس کا نہ تھا۔ حضرت خواجہ اجمیر غریب نوازؒ کی محبت یا عقیدت جو کچھ کہا جائے ایک عرصہ دراز سے بہار گلشن کی طرح میرے دل و دماغ اور دین و ایمان کو تازگی بخش رہی ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

بعض احباب کا خیال

غلط فہمی سے بعض احباب کا یہ خیال ہے کہ مین اپنا عشق یا محبت جو خواجہ اجمیریؒ اور بزرگان دین و اسلام واکابر امت

تمدی کے ساتھ ظاہر کرتا ہون اور اپنے کو صوفی المذہب سمجھتا ہون اور موحد کہتا ہون یہ بھی کوئی پولٹیکل چال اور خاص مصلحت سے اسپر بخدا ہنسی آتی ہے۔

چون ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

اگرچہ غلط فہمی کا کوئی نتیجہ دلخواہ نہین نکلتا۔ اور جن کا ایسا خیال ہے وہ بجا سے خود ہے۔ لیکن مین خوش اس لیے ہوتا ہون کہ الحمد للہ محسود ہون نہ کہ حاسد۔ ہر چند سب مجھے ان چند اوراق مین جن مین بالکل پرائیویٹ سفر گلبرگہ اور وہان کے حالات کا ذکر کرنا مقصود ہے جسطرح روضہ شریف وغیرہ کے واقعات قلمبند ہو کر طبع اور شایع ہو چکے ہین۔ لیکن چونکہ مین جیسا کہ اکثر ایسے موقعون مین شریک ہوا کیا اسی طرح اب کے جس عرس مین شریک ہوا تھا۔ اتفاق سے اب کی دفعہ بعض کے نزدیک خاص مذہبی فعل سمجھا گیا جو بعض خاص طبیعتون مین میرے مذہب کے متعلق دلچسپی لی جاتی ہے اور انکے لیے شغل کی حد تک پہونچ گیا ہے بقول۔

چھیڑ خوبان سے چلی جائے اسد

اسلیئے اس غلط فہمی کے رفع کرنے کے واسطے مجھے کچھ اپنے دلی خیالات مختصر زندگی کے حالات اور اصلی واقعات کے اظہار کی ضرورت ہوئی

مذہب کیا ہی

اوّل تو یہ دیکھنا چاہیے کہ مذہب کیا ہے ؟ ۔

مذہب اُس شاہ راہ کا نام ہے جو مخصوص ہو راہروان عابدان ایزدی کی روش کے ساتھ اور نیز اُس مضبوط اور مستحکم خیال کا نام ہے جو ارکان عبادت الٰہی سے خصوصیت رکھتا ہو اور عالم طفولیت مین قوم کے والدین اپنی اولاد کو دینی احکام اور طریقون کو گوش گذار کر کے ذہن نشین کرتے جاتے ہون ۔ اور اپنی قوم کے مروجہ کتب دینی پڑھا کر اور طریقۂ عبادت سکھلا کر اُس ہونہار لڑکے کو پابند مذہب کرتے ہون ۔ ظاہر ہے کہ طفولیت کی زمین مین جس تخم کی کاشت ہوگی اسی کا ثمرہ ہاتھ آئے گا خصوصا طفلی کی تعلیم اور گفت و شنید کے ساتھ مذہبی کتابون کا مطالعہ

اور تعلیم اور ہم مذہب ابنائے جنس کی سوسائٹی سونے پر سہاگے کا کام دیتی ہے۔ جسطرح خیال کو انسان کے اکثر امور مین دخل ہے۔ چنانچہ کسی مذہب والے کا دوسرے گروہ مین شریک ہونا اور اُسی مذہب کا سمجھا جانا۔ یہ بیّن ثبوت ہے انتقال خیال کا کہ ایک طرف سے پھر کر دوسری طرف رجوع ہو کر اُسی کو قوانین مذہبی کا اپنے کو پابند کردیتا ہے جہان اسپر ٹک گیا وہی اسکا مذہب ہو گیا خواہ کسی گروہ کے نزدیک اچھا ہو یا بُرا ہو مذہب کے متعلق ایک فلاسفر کا قول ہے کہ

To do good and to be good.

یعنی نیک کام کرنا اور نیکی سے رہنا۔ یہ ایک جامع اور مبسوط اور مدلّل قول ہے جسکو ماقلّ ودل کہنا چاہیے۔ مگر افسوس ہے کہ مذہب کو لوگون نے نہایت ہی محدود کر دیا۔ جب تک استقلال۔ اور عشق۔ اطمینان قلب۔ روحانی سرور۔ نور معرفت اور وحدت پرستی۔ اور یکسوئی نہو۔ مذہب کا وجود بالکل ایک اُس پتلے کے مانند ہے جسکو بت کہنا چاہیے۔

اصولاً بانیان مذہب نے مذہب کو نہایت وسیع پیمانے پر رکھا لیکن پیروان ادیان یا مذہب نے غلط فہمی یا جہالت سے اسکو محدود کر دیا ہے مذہب خود ایک مدعا ہے۔ مدعا ہے اصلی کا مدعا اصلی ذات خدا سے منسوب ہے مگر با اسما و صفات و باہمہ و بے ہمہ یقین کر کے ایمان لانا چاہیئے۔

مذہب کی اعلیٰ ترین صفت اور صورت یہ ہے کہ انسان مین علماً و عملاً تمام نیکیان پیدا ہو جائین اور خوبیون کے ساتھ موصوف ہو کر اپنی خودی کو اس طرح مٹا دے کہ خود ہی باقی نہ رہے۔

مذہب کسی پولٹیکل مصلحت یا اغراضِ دنیوی کی غرض سے اختیار نہیں کیا جاتا اگر ان دو مین سے کسی ایک کے ساتھ حصول مذہب جائز سمجھا گیا ہو تو مذہب مذہب نہین رہتا۔

بالخصوص پکے خیال والے بقول کسی کے جہان پارہ پکا ہوا اکسیر ہوا ہرگز نہین بدل سکتے۔ دیکھو منصور کو! حق کہا اور دار پر کھنچا۔ مگر حق کہنے سے باز نہ رہا۔ اسی طرح کوئی بشر ہو جب اسکے خیال کی یکسوئی ہو جاتی ہے وہی اس کا مذہب ہو جاتا ہے

خصوصًا صوفی اور موحد کا مذہب تو خوف و رجا کا مذہب نہین ہے
بلکہ وہ اپنی دھن اور خیال کا ایسا پکا ہے جسکی شان مین یہ
قطعہ موزون ہوسکتا ہے ؎

موحد چہ در پائے ریزی زرش چہ شمشیر ہندی نہی بر سرش
امید و ہراسش نباشد ز کس ہمین است فرمان توحید و بس

پس بلحاظ تذکرہ مافوق اگر یہ لکھا جائے تو میری عقیدت کسی ولی
یا نبی کے ساتھ عارضانہ نہین ہے اور نہ میرے مذہب کو تقیہ کی
ضرورت ہے۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ مین قوم کا سپاہی النسل یعنی
(کھتری) ہون جسکو بزبان سنسکرت (شستری)
یا (کھتری) کہتے ہین (شستر) سنسکرت مین ہتیار کو کہتے
ہین (شستری) ہتیار بند کو۔ مگر بقاعدہ نحو سنسکرت
(کھ) (ش) کا بدل ہوسکتا ہے لہذا بجائے شستری کے
لفظ کھتری کہا جانے لگا۔ لیکن میرا مذہب بالکل اور قطعی صوفیانہ
ہے۔ البتہ عالم طفولیت سے جب سے کہ مین نے ہوش
سنبھالا اور شیعہ خوانی کی رسم ادا ہوتی مین اہل اسلام

کے استادون اور اتالیقون کے تفویض کیا گیا چنانچہ ضیافت
طبعِ ناظرین کی غرض سے اُستادون کے نام درج کرتا ہون -
اول میر لطف علی صاحب - انکو تعلقِ خاندانی میرے جدِ اعلے
مہاراجہ چندو لال کے زمانے سے تھا - سید غالب ان کے دادا تھے
جو میرے جدِ اعلیٰ مہاراجہ چندو لال کے اُستاد تھے سید غالب
کے فرزند سید علی صاحب راجہ دھرم راج فرزندِ مہاراجہ چندو لال
اور راجہ نراندر نبیرۂ مہاراجہ چندو لال کے اُستاد تھے - سید علی
صاحب کے دو فرزند ایک میر لطف علی صاحب دوسرے
میر سرورش علی - یہ دونون یکے بعد دیگرے میرے معلم
رہ چکے ہین - دونون بھائی اہلِ سنت والجماعت سے تھے -
میر لطف علی صاحب عالم و فاضل ہونے کے علاوہ صاحبِ
قال و حال اور اعلےٰ درجے کے صوفی اور محقق اور عارف باللہ
تھے - ان کی شفقت اور مہربانی میرے نگینۂ دل پر کندہ ہے
ان کی سعی تعلم اور فیضِ باطنی کی امداد نے مجھے فی الجملہ
صاحبِ استعداد کیا اور مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ اُنہین

کی دلی توجہ اور خلوص اور محبت بھری تعلیم کا نتیجہ ہے کہ بحمداللہ مین لکھے پڑھون مین شمار کیا جاتا ہون - افسوس ہے کہ کل چار سال مین نے ان کی شاگردی کی - اور انکے افاضۂ ظاہری اور روحانی باطنی سے مستفید ہوا -

۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ع مین حضرت موصوف کا انتقال ہوا - اسکے بعد ان کے بھائی میر پرورش علی صاحب مدرسۂ عالیہ مین جواب نظام کالج کے نام سے موسوم ہے داخل ہونے کے قبل تک پڑھاتے رہے - حضرت میر لطف علی صاحب کے وصال کے بعد میرے جد مہاراجہ نرانذر مرحوم کو جنھون نے عربی اور فارسی اور سنسکرت تینون زبانون کو اہل زبان سے حاصل فرمایا تھا اور ملک دکن کے دائرۂ امرا مین ان کے مثل کوئی امیر علم و فضل مین دستگاہ نہین رکھتا تھا - میری تعلیم کی بیحد فکر ہوئی - اسلیے کہ سوا میرے اور کوئی فرزند ذکور سے نہ تھا اور مجھی اپنا جائز وارث تسلیم فرمایا تھا - اور انکی دلی خواہش یہی تھی کہ مین علم و فضل مین ان سے زیادہ ترقی کرون معلم فارسی کی تلاش و فکر تھی - اسی زمانہ مین آغا سید علی شوستری المتخلص بہ

طوبیٰ تھے جو علم ادب میں آفتاب ادب کیا معنی خداے ادب مانے جاتے تھے۔ مرزا علی بابا شیرازی کے لیے جو اُس وقت نو وارد تھے میرے جد سے سفارش کی۔ اور وہ میرے لیے معلّم قرار دیے گئے۔ وہ بھی علم و فضل کی کان کا ایک پارۂ الماس تھے۔

عربی

تعلیم عربی کے لیے مولوی سید خلیل ہراتی مقرر ہوئے عالم و فاضل ہونے کے علاوہ علم حقایق کے محقق اور اس علم میں کئی آسمان اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ پکے صوفی اور موحد تھے ۱۲۸۶ھ میں یہ وارد بلدہ ہوئے۔ ڈاکٹر محمد اشرف جو ہمارے فیملی ڈاکٹر تھے۔ اور خاندان شمس الامرا سے بھی ان کا تعلق تھا۔ اُنکی سفارش سے میرے جد امجد نے میری تعلیم کے لیے مولوی صاحب موصوف کو مقرر فرمایا۔ عربی کی استعداد جو فی الجملہ ہے انہیں کی تعلیم کا نتیجۂ فیض ہے۔ خمخانۂ علم حقایق کا جرعہ نوش اُسی پیر مغان میخانۂ الست کے فیض صحبت سے ہوا۔ سید صاحب

موصوف علم جفر کے دائرے میں بے مثل تھے۔ اس دائرہ دنیا سے ناپائدار میں کوئی جفار ہوا بھی ہو تو شاید ایسا ہی ہوا ہو گا۔ مگر افسوس ہے کہ اُس علم میں میں نے سید صاحب موصوف سے استفادہ نہیں کیا۔

میر عظمت علی صاحب جو اہل سنت والجماعت سے تھے۔ فن تیر اندازی کی تعلیم کے لیے مقرر کیے گئے۔

ہوٹ کی تعلیم کے لیے مرادشاہ مرحوم کے فرزند مقرر ہوئے ان کی وفات کے بعد محمد شہاب الدین الغرض میری اس طول بیانی کا نتیجہ یہ ہے کہ نہ صرف میرے معلم ہی مسلم تھے بلکہ اُستادوں کے علاوہ میرے اتالیق اور ملازم وغیرہ اکثر اہل اسلام سے تھے۔

• اگرچہ اُستادوں میں ہندو بھی دو تین تھے۔ جو میرے معلم تھے ایک بچولال تسکین۔ جو ابتدا میں صرف خط طلی اور اس کے بعد چند دنوں تک فارسی شاعری میں اصلاح دیتے رہتے۔ اور نرسہوا چاری بنگلور کے رہنے والے صرف انگریزی درس دیا کرتے تھے۔ البتہ درگاپرشاد نامی زنار دار قنوجی کو خاص سنسکرت کی تعلیم

کے ساتھ آبائی مذہبی تعلیم کے لیے میرے والد نے مقرر فرمایا
تھا مگر افسوس ہے کہ مین نے اُس مین زیادہ دلچسپی نہین لی -
میرا طبعی رجحان - عربی اور فارسی کی جانب تھا جسکے تخم کی کاشت
پہلے ہی سے ہو چکی تھی - بہرحال کمسنی سے اسی سوسائٹی سے
استفادہ کرتا رہا - میرے دل و دماغ کی زمین مین اسلام کے تخم
کی کاشت ہوتی رہی ہے - اور نشست و برخاست کی آداب
وغیرہ بھی اسلامی دربار کی طرز معاشرت کی طرح سکھلائے گئے اور
درسی کتابون مین عربی صرف و نحو کی کتابون تک ہی تعلیم محدود نہین
رہی بلکہ حدیث اور فقہ اور مسائل شرعی اور تلاوت قرآن وغیرہ کو بھی
میرے جد مرحوم نے ایک طرح سے لازمی اور ضروری فرما دیا تھا
لیکن چندان اس مین عبور حاصل نہین کیا - چونکہ میرے جد مرحوم
مہاراجہ نرندر خود بھی ابواب متذکرہ مین ید طولیٰ رکھتے تھے - اور
ان کا یہ خیال تھا کہ خدا رکھے یہ ایک جلیل القدر اسلامی ریاست
ہے - ہندوستان مین یہان کے لیے ان ابواب سے واقفیت
اور ان علوم سے بہرہ ور ہونا بلحاظ پولٹیکل مصالح اور انتظام تمدن کی

بہت ضروری ہے۔ اور علاوہ ان سب باتوں کے میری ولادت
۱۸ / شعبان المعظم سنہ ۱۲۸۰ ہجری م ۲۸ / جنوری سنہ ۱۸۶۴ء کو اپنے جد
مہاراجہ نراندر ہی کے گھر ہوئی تھی۔ اور انہیں کے دامنِ عاطفت
میں پرورش پائی۔ اور ہوش سنبھالا۔ اور جوان ہوا۔ جو بذاتِ خود بڑے
عالم و فاضل ہونے کے علاوہ جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا
ہے سچے دل سے مطیع اسلام اور بڑے صوفی المذہب اور
محقق اور عارف باللہ تھے۔ مشرب صلحِ کل تھا اور سلطان علی شاہ
قدس سرہ سے ارادت تھی۔

حضرت ظل سبحانی کا فیض صحبت

کمسنی سے حضرت خداوند نعمت ظل سبحانی مدظلہ کے مبارک قدموں میں
حاضر رہنے کی عزت حاصل ہے اور حضرت کے نصائحِ گران بہا سے
گوش و دل بچپن سے متمتع ہوتے رہے۔ دین و دنیا کے آئین

اُسی دربار گھر بار سے زیادہ حاصل ہوئے آئینِ شاہی کا آئینہ بُرا
اسی بافیض صحبت سے ہوا۔

پس کیا ممکن تھا کہ طبیعت جو ہیولی ہوتی ہے اور جو صورت چاہے پکڑ جاتی ہے۔ عالمِ طفولیت سے اسلامی سوسائٹی اور حاضر باش دربار گھر بار شاہی ہوتے ہوئے مطیع اسلام نہ ہوتا۔ اور اسی مذہب کے فقرا۔ سالک۔ مجاذیب۔ وغیرہ کی صحبت میں ہی شباب کی بہار دیکھ کر صوفی نہ بنتا۔ اور ہر مذہب کے پیشوا اور انبیا۔ اور پیغمبر اور اکابر اور اولیا۔ اور کتبِ آسمانی کو حق نہ جانتا۔ اور انکے حق ہونے کا اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب نہ کرتا۔ ان سب اسباب کے علاوہ مجھے فقرا کے گروہ سے جن میں بہت سے سالک جو اکثر قلندر اور آزاد مشرب تھے۔ اور بیشتر مجاذیب سے بہ نسبت علمائے ظاہر اور مشائخین۔ اور پنڈت۔ اور شاستریوں کے زیادہ موانست اور محبت رہی۔ اور ہے (اور انشاء اللہ تعالیٰ رہیگی) یہ محبت بلا قید یابندی مذہب تھی اور ہے لیکن اکثر طریقہ اسلام کے آزاد وش اور قلندر مشرب اور سالکانِ راہِ حقیقت سے

زیادہ ارتباط رہا۔ اور کمسنی کے زمانے سے گروہِ فقراء کے ساتھ
ایک طرح کی دلی محبت اور عقیدت تھی۔ اور جو وقت نوشت و خواند
کے بعد گزرتا تھا اکثر ان کی صحبتِ بافیض میں گزرتا تھا۔

اگرچہ ابتدا میں تلون مزاجی کی بدولت بلحاظ اقتضائے سن
میرے بچپن دل پر مختلف گروہ اور فرقوں کے مسخر کرنے والے
اثرات تھے اور یکے بعد دیگرے میرے رگ و پے میں سرایت کر چکے
تھے اور ایک دوسرے کی مذہبی مقناطیسی قوت اپنے جوشیلی
جذبات سے مجھے اپنی اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن سالکِ
مسالکِ طریقت اور حقیقت شناسانِ معرفت۔ اور توحید پرستانِ
رب العزت کی بافیض صحبت نے مجھے سوا وحدت پرستی
کے کسی خاص گروہ یا فرقے کا قیدی مذہب نہیں بنایا بلکہ وید، درشن
اذکار و اشغال۔ اور مختلف مجاہدات کا بالطبع شوق پیدا ہوا۔ اور
برگزیدگانِ رب العزت یعنی فقراء سے یہی تعلیم ہوتی رہی اور چونکہ
مجھے علمِ موسیقی سے ازلی اُنس ہے۔ مجاہداتِ چشتیہ اور ذوق و شوق
نے سماع کی طرف مائل کیا۔ اور رفتہ رفتہ یہی ذوقِ سماع فقراء سے

چشت کے دربار مین کشان کشان لے گیا۔ اوران کے فیض صحبت سے مستفیض کیا۔ آخر اس خاندان فیض نشان کے بانی یعنی قبلہ وکعبہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کا دل وجان سے بندہ بے درم ہون اور جسطرح وراثتاً دنیوی ملک اور املاک میرے جد کی مجھے ملی۔ کیا ایسے باخدا اور مہربان شفیق جد بزرگوار اور ایسے ہمہ دان آفتاب کے زیر سایہ پرورش پاکر مین ان موروثی حسنات کو حاصل نہ کرتا۔

شکر ہے کہ پروردگار عالم جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے جیساکہ مجھے دنیوی حقوق مین ان کا وارث قرار دیا ویسا ہی دینی امور مین بھی انکا پیرو کیا۔ اور دولت عرفان سے سرفراز فرمایا۔ بہرحال مین سچے دل سے صوفیون کے مذہب کا پیرو ہون اور کوشش کرتا ہون کہ خدا مجھے میرے ارادے مین کامیاب کرے اور مین اس مبارک اور بے لوث اور بے تعصب صلح کل مشرب کے طریقہ کا رہرو بنکر منزل مقصود کو پہونچ جاؤن اور اسکو اپنا ماٹو یعنی (تمغہ) بناؤن۔

وفا کنیم و ملامت کشیم و خوش باشیم
کہ در طریقتِ ما کافریست رنجیدن

کن کن فقرا سے ارادت اور عقیدت ہی

(۱) پہلے ۹۰ یا ۹۱ سنہ ع میں بہار علی شاہ قادری سے ارادت حاصل کی۔

(۲) حضرت سید بادشاہ بخاری شاہ صاحب قبلہ جو حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیان جہان گشت قدس سرہ کی اولاد سے اور کرنول کے رہنے والے ہین اور وہین کی ولادت ہے ۱۲۴۴ سنہ ھ مین عالمِ لاہوت سے ناسوت مین جلوہ گر ہوے۔

حضرت سید خواجہ احمد صاحب بخاری قاضی کرنول آپکے والد تھے۔ ۱۸ برس کی عمر مین مشیتِ الٰہی یہ ہوئی کہ آپ دکن مین آئے اور مولوی نیاز احمد صاحب بدخشانی نقشبندی کی خدمت مین کتبِ معقول کی تحصیل کی اور خیر الحاج مولوی محمد کرامت علی صاحب محدث دہلوی کی خدمت مین فقہ اور حدیث کی تحصیل کی چھاونی رزیڈنسی مین ملازمت کی وہان سے مددگاری ضلع ہنمکنڈہ پر مقرر

ہوئے پھر منصفی کو تو الی بلدہ پہ تبادلہ ہوا۔ بعد ازان نیابت عدالت
فوجداری بلدہ پر مقرر ہوئے۔ اپنے والد ماجد سے بیعت کی تھی
آپکو قادریہ اور چشتیہ نظامیہ طریقے مین خلافت ہے حضرت شاہ
سعداللہ صاحب قدس سرہ کی خدمت مین بھی آپ نے حاضر ہوکر
بیعت کی اور طریقۂ نقشبندیہ کا تاج سر پر رکھا۔ قدرتی اور فطرتی
طور پر آپکو ہمیشہ سے مجاذیب کے ساتھ عقیدت تھی۔ بالخصوص
حافظ جمال شاہ صاحب عرف حاجی مستان شاہ صاحب مجذوب
قدس سرہ کی خدمت مین روز حاضر ہوا کرتے تھے۔ جب حاجی
مستان شاہ صاحب کا وقت اخیر آیا اُن کی نظر مقناطیسی نے آپکے
دل کو جس مین پہلے ہی سے مواد موجود تھا اسطرح پھیرا کہ آپ نے
نوکری وغیرہ سے دست بردار ہو کر اُن کی تجہیز و تکفین سے کے بعد
قبر کے پاس بستر جما دیا۔ حجاب ماسوا اُٹھگیا معرفت کی کھڑکی
کھل گئی صحبت موافق طبع ہوئی قبولیت کے درجہ کو پہونچ گئے
فیض باطنی سے مالا مال تھے ہی اور بھی سونے مین سہاگا ہوگیا
سرکار کی جانب سے خانقاہ اور سرا اور مسجد بنا دی گئی ہے یہ

یہ مسجد سعید آباد کی کہلاتی ہے اب آپ قریب تیس سال سے وہین
مقیم ہین مجھے بھی تیس سال سے ارادت اور نیاز حاصل ہے۔
اس مین شک نہین کہ آپکی ذات مغتنمات سے ہے۔ آپ اپنے
وقت کے۔ جنید۔ یا شبلی ہین۔ نہایت مرتاض عارف باللہ محقق
اعلے درجہ کے بے تعصب اور بے ریا اور با فیض ہین خدا دیر گاہ
رکھے۔ حضرت سے مجھے اذکار و اشغال وغیرہ مین فیض پہونچا۔
ان کی امداد اور دلی محبت میری دستگیر ہے۔

(۳) اسکے بعد ۱۲۹۲ھ مین حضرت چندا شاہ صاحب قادری
ساکن بیدر عرف جمال الدین شاہ سے جو درحقیقت مسند فقر
کی زینت اور آسمان حقانیت کے نیر تابان تھے مستفیض ہوا
آپکے فیضان صحبت سے بہت سی برکتین حاصل ہوئین۔ اور
فیوض باطنی سے مستفید ہوا۔

(۴) حضرت روشن دل صاحب کے پیر سے جمال اللہ شاہ
جنکو سارا حیدر آباد جانتا ہے۔ نہایت آزاد منش اور قلندر۔ اور
عارف باللہ تھے۔ ان سے سالہا سال نیاز حاصل رہا۔

(۵) غریب شاہ صاحب۔ پنجاب ان کا وطن تھا۔ دید ورشن کے پکے۔ انکا کسب اور سلوک معرفت کی سان پر چڑھا ہوا لیکن خوش مزاج۔ قلندر۔ مشرب آزاد منش۔ جہان بیٹھ گئے مجلس کو اپنی محبت کے دام مین پھانس لیا۔ ستار بہت اچھا بجاتے تھے۔ اور راگ کے نہایت شوقین۔ ان کی وجدانی کیفیت اہلِ محفل پر برقی اثر ڈالتی تھی۔ چنانچہ ان کا ذکر میری کتاب (رباعیات شاد) مین موجود ہے جسکو میرے ہونہار نوجوان فرزند اکبر راجہ چندا پرشاد آنجہانی نے طبع کرایا تھا۔

شاہ صاحب موصوف کی عنایت میرے حال پر اس قدر تھی کہ اُن کے مریدینِ خاص کو رشک ہوتا تھا۔ ہمیشہ یہ انکا قول تھا "میان! دل بیار دست بکار رہے کوئی دم خالی نہ جانے پائے باقی اللہ اللہ خیر صلا۔ خواہ تم نماز پڑھ لو۔ یا! بت کو بٹھا کے سامنے یاد خدا کرو" اور یہ فرماتے تھے کہ عارفون کا حسن معرفت الٰہی اور صوفیون کا سنگار وحدت پرستی۔ بے تعصبی و بے ریائی۔

اللہ اللہ کیسے کیسے لوگ اس موت کے حجاب مین رو پوش ہوکر آنکھون سے

اوجھل ہو گئے ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

(۶) بسم اللہ شاہ صاحب جن سے بشیر حیدر آبادی واقف ہیں بڑے آزاد منش مشہور ہونے کے علاوہ بافیض تھے اِنکے خوارقِ عادات کا مجھے امتحان ہوا ہے واقعی صاحبِ نسبت تھے اور محکو دل سے چاہتے تھے ۔

(۷) حضرت محی الدین علیخان جو معروف بہ نواب مجذوب تھے لیکن درحقیقت پکے عارف سالک مجذوب اور آزاد مشرب صوفی تھے ۔ بتاریخ ۱۳ رجب ۱۳۲۶ھ اس دنیا سے کوچ کیا پھول باغ میں مدفون ہیں ۔

(۸) حضرت داؤد علیشاہ صاحب قبلہ مجذوب تھے میری عمر کوئی ۱۳ یا ۱۴ سال کی تھی جب سے مجھے حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہونیکا اتفاق ہوتا رہا پہلے یہ محلۂ سلطان شاہی میں رہتے تھے ۔ اُس وقت نہایت جذب تھا لوگ ان سے خائف بہت رہتے تھے ۔ اسکے چند زمانے کے بعد میر جملہ کے تالاب کے کٹے پر ایک املی کے درخت کے قریب سفالپوش ڈہالیا تھا وہاں جلوہ فرما ہوے ۔ اُس وقت میرے جد مرحوم نے

ایک خادمہ کو مقرر کر دیا کہ خدمت کیا کرے اور دو وقتہ کھانا
یہیں سے جایا کرتا تھا۔ چند سے یہاں بیٹھ کر پھر محلہ زین بازار
کے پوسف سے بنے۔ بہت سے خریدار اس یوسف کے لیے جمع
ہونے لگے اور ایک ملگی ہینا جو کسی مرشد زادے صاحب کی
علاقہ کی تھی آکر قیام فرمایا۔ ایک تخت چوبین ڈالدیا گیا تھا اُس پہ
ایسے بیٹھے کہ مرکر اُٹھے۔ بات چیت نہیں کرتے تھے آٹھوں
پہر اپنے یار کے جلوے کی دید میں موسیٰ بن کر درشن کیا کرتے تھے
اگر کسی نے کچھ کھلا دیا تو کھا لیا ورنہ اللہ اللہ خیر صلا۔ خادمہ بھیج
ان کو کچھ کھلاتی تھی۔ اور حقہ کے دو چار کش کبھی لے لیا تو
خیر ورنہ دونوں یوں ہی گزر جاتے تھے۔ اکثر میں قدمبوسی کے
لیے حاضر ہوا کرتا تھا۔ جب کبھی کوئی فکر لاحق ہوئی تو خدمت میں
حاضر ہو کر عرض حال کرتا تھا۔ بفضل الٰہی میں کامیاب ہوتا تھا۔ بڑے
بڑے فقرا کا قول تھا کہ یہ وہ شخص ہے اور اس کا وہ پایہ اور رتبہ
ہے کہ ہندوستان تک اسکی باطنی خدمت کا سکہ بیٹھا ہوا ہے
اور صاحب خدمت ہے۔

مرنے کے دو روز قبل جب علالت کی کیفیت سن کر خدمت
مین حاضر ہوا اور دوا وغیرہ پینے کے لیے التجا کی تو قبول فرمایا
اور جسطرح مین نے عرض کیا ویسا ہی عمل فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد
دفعتاً مجھ پر ایک نظر ڈالی وہ نظر میرے سینے سے تیر ہو کر پار
ہو گئی۔ کئی منٹ تک توجہ فرما کر آسمان کی طرف دیکھ کر پھر سو رہے
مین نے حضرت بخاری شاہ صاحب قبلہ سے اس واقعہ کا ذکر
کیا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ان کو منظور تھا کہ اپنے رنگ مین
رنگ دین مگر مشیت الٰہی مانع تھی اسلئے اپنے خیال کو واپس
فرما لیا۔ بتاریخ ۲۴ ماہ ذیقعدہ ۱۳۱۶ھ ہجری پنجشنبہ کے دن
اس عالم فانی سے دار البقا کو سدہارے جس طرح زندگی مین خادم
رہا ویسے ہی بعد اُن کے وصال کے بھی خدمت گزاری میرے
حصہ مین آئی۔ پھول باغ جو میرے علاقہ کا ایک باغ بیرون لال دروازہ
واقع ہے اُس زمین مین اس دنیا کے مسافر کو کنج لحد مین لٹا دیا۔
(۹) سلیمان شاہ صاحب قادری سالک مگر قلندر مشرب۔ میرے
خانگی ڈاکٹر مرزا اسحاق بیگ صاحب کے مکان کے ایک حجرہ

میں جلوہ فرما تھے۔ جب کبھی نشۂ وحدت کی مستی میں آتے تھے
تو منصور کے ہمزبان ہوتے تھے۔ لیکن کنایتاً نقشبندیہ
خاندان سے بھی ان کو فیض تھا۔ مجھ پر دلی مہربانی رکھتے تھے
مرنے سے ایک دو روز قبل جب میں پہونچا تو اُس وقت بیہوش
تھے دو چار آوازیں دینے کے بعد آنکھیں کھول کر دیکھا اور اُٹھ بیٹھے۔
پھر میں نے اپنے ہاتھ سے دودھ پلایا ایک جام نوش فرمایا۔ اور یہ
فرمایا کہ تو جو کھلائے گا اور پلائے گا ہم اُسکو قبول کریں گے حقہ
کے کش کھینچے اگرچہ اس وقت ضعف تھا لیکن اللہ رے استقلال
کہ کُنتری سے کوئی بات تکلیف یا تکلف کی معلوم نہیں ہوتی تھی۔
ارشاد فرمایا کہ رکشن پرشاد کفر و اسلام کے جھگڑے کو پاس نہ آنے دینا
مرزا اسحاق بیگ نے عرض کیا کہ ہمارے سرکار کا حال تو آپ
جانتے ہیں کہ صلح کل پسند ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ہاں لیکن اسی پر
مستقل رہو اور تار نہ ٹوٹنے پائے۔ دم کی خبر رکھو کہ یہی غنیمت ہے۔
میرا ہاتھ لیکر اپنے سینہ پر رکھا میں نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ آپکا
سفر آخرت اور یہ جدائی میرے لیے بہت رنج کا باعث ہوگی۔ ارشاد

ہوا کہ ہم تیرے ساتھ ہین جاتے کہاں ہین۔ اس کے بعد ذوقِ وحدت کے نشہ نے اُبھارا بہت دیر تک عاشقانہ اور عارفانہ غزلین گاتے رہے۔ جبکہ مین اجازت لیکر واپس ہوا تو بہت سی دعائین دیکر رخصت فرمایا اسکے تیسرے روز آپ کا وصال ہوگیا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ آپکو بھی مین نے اپنے پھول باغ کی زمین مین رکھا اور خدمت گزار ہون۔

(۱۰) یوسف علیشاہ صاحب۔ یہ مجذوب (لوچپل کی تی) کریا مرتا ہتے تھے۔ اکثر راستہ سے آمد و رفت کے وقت سلام علیک ہوا کرتی تھی جبکہ ان کا وقتِ اخیر پہونچا خبر معلوم ہوتے ہی مین ان کی خدمت مین حاضر ہوا اُسوقت اُن کے پاس کوئی نہ تھا۔ برھمن جوان کے ہمسایہ مین رہتے تھے بہت معتقد تھے۔ لیکن اسوقت کوئی نہ تھا۔ اوڑھے ہوئے سو رہے تھے تنفس شدت سے تھا۔ جب مین نے وہان پہونچکر دیکھا وہ مقام نہایت سرد اور غلیظ تھا اور ایک بوسیدہ بوریے پر پڑے ہوئے تھے۔ فوراً مین نے ان کے لیے ضروری اشیاء فراہم کرے۔ ایک دو خادم ہوگئے ان سے دریافت کیا

کہ دوا وغیرہ کچھ دیگئی کہ نہین۔ اُنھون نے کہا کہ بہت کچھ ان
لوگون نے کوشش کی کہ دوا استعمال کرین مگر سنی نہین۔ چنانچہ
میرے علاقہ کے ڈاکٹر مرزا اسحاق بیگ صاحب نے میرے
وہان پہونچنے کے قبل دوا اپنے ساتھ لیجا کر استعمال کرانا چاہا
مگر سعی مشکور نہ ہوئی۔ مین نے اُن کو اُٹھا کر بٹھلایا اور دوا پینے کے
لئے التجا کی۔ بہ طیب خاطر منظور کیا۔ اور دوا پی اور دودھ پیا جسطرح
مین کہتا گیا۔ مہربانی سے میرے کل معروضون کو منظور فرمایا۔ اور بہت
دیرتک میرا سیدھا ہاتھ لیکر اپنے سینہ پر رکھے رہے اور دعائین
دین۔ موجودہ لوگ جو اُن کے معتقدین سے تھے بالاتفاق کہتے تھے
کہ ایسی حالت اور اس طرح کی مہربانی آجتک کسی پر نہین دیکھی۔
مین جب وہان سے رخصت ہو کر مکان آیا آٹھ بجے شب کے
مرزا اسحاق بیگ جو خاص ان کے علاج کے لیے ٹھہرائے
گئے تھے اُنھون نے کھانا کھانے کیلئے عرض کیا جسکا جواب
دیا کہ "اگر وہ آئیگا تو کھائینگے" یعنی یہ اشارہ میری طرف تھا
مین خبر سنکر فوراً روانہ ہوا۔ لقمت راستہ طے نہین کیا تھا معلوم

ہوا کہ وجود عنصری سے اُن کا مرغ روح باغِ جنت کی طرف پرواز کر گیا۔ ہین نے اپنے پھول باغ کی زمین بھسان داؤد علی شاہ صاحب قدس سرہ کا مزار ہے۔ اُسکے بازو کے چبوترہ پر دفنا دیا إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۔ روز چہارشنبہ ۹ شعبان ۱۲۸۱ھ تاریخ انتقال ہے

(۱۱) زہرہ بی صاحبہ مجذوبہ ۔ یہ اپنے وقت کی رابعہ ہین۔ اِنکے مجذوب ہونے کی مختلف روایتین ہین ۔ بعض کا قول یہ ہے کہ پہلے یہ دنیادار تھین مگر نہایت مقدس ۔ پرہیزگار ۔ عابدہ شب زندہ دار تھین اتفاقاً کسی صاحب دل مجذوب کی نظر مقناطیسی نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور معرفت کی برقی قوت نے ان کے دنیوی سر و سامان کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ یہ خاتون مادر زاد مجذوبہ تھین ۔ مگر کسی مجذوب کی منظور نظر ایسی ہوئین کہ مے دو آتشہ کا جام پیتے ہی مست الست ہو کر فقر کا تاج سر پر رکھا۔ بہرحال صحیح طور سے مجھے اُنکے واقعات نہین ملے۔

یہ رابعہ میر جملہ کے تالاب کے اخیر کھٹے کے ایک قبرستان مین ہین کو اپنا تختِ شہی قرار دیکر مسند نشین ہو گئی ہین اور باطنی حکومت

کی حکمرانی بڑے دل سے مصروف ہین شہرت عام نے جو انکے بقاے نام کا ایوان بنایا ہے اسکے صدر نشین ہین۔ صرف چند درخت ہین املی کے جو اُنکے سر پہ چتر رحمت بنے ہوے ہین اسکے سوائے کوئی دنیوی آرایش یا تکلفات ان کے لیے سہارا نہین ہین۔ بارش سرما گرما یہہ تینون موسم ان کے حق مین سدا بہار ہین۔ نہایت تیز مزاج مجذوبہ ہین۔ انکے تصرفات نے انکے دربار کو مرجع خلایق بنا دیا ہے۔ ان کا ایک ادنیٰ تصرف جسکو مین نے بچشم خود دیکھکر آزمایا ہے وہ یہ ہے کہ چند سال کے قبل حیدرآباد مین بکثرت اولے برسے تھے جسکی بدولت سفالپوش مکان اور درخت اور صدہا مویشی اور پرند تباہ و تاراج ہوگئے تھے۔ کوئی ایسا درخت یا مکان جو اس کے دست تظلّم سے بچکر خزان رسیدہ نہین ہوا۔ ایسا دیکھا نہین گیا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ واللہ یختص برحمتہ من یشاء اللہ ذوالفضل العظیم ۵ دوسری صبح مین ژالہ باری کی نین بچشم خود ان کی حالت دیکھنے گیا۔ اور دیکھا کہ جو درخت انکے سر پہ چتر رحمت بنا ہوا تھا اُس کا ایک پتہ بھی نہ تھا

اور کئی شاخیں نزالہ باری کے باعث پامال ہو گئیں لیکن جس نزالہ باری سے اس رابعہ کے وجود عنصری کو ضرر پہنچانا تو کجا ہستی کے برتن جو ان کے اردگرد جمع تھے ان میں سے ایک بھی اس نزالہ باری کے آسیب میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ الحمد اللہ یہی مقام ہے کہ

چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

چون از و گشتی ہمہ چیز از تو گشت

الغرض مجھے تقریباً پچیس سال سے ان کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہے۔ اور وہ بدل اس قدر مجھ پر مہربان ہیں کہ جسکی تفصیل بخوف طوالت کے علاوہ شاہد مقصود کے چہرے پر مبالغہ کا غازہ چڑھانا ہے۔ ان کا سن تقریباً اسی بلکہ اسی سے تجاوز کر گیا ہے۔ جس کسی نے سرکشی کی ان کے جلال اور بزرگی نے اسکو نیچا دکھایا اب کسیقدر سلوک کی باتیں کرتی ہیں **شاد نواز** ہیں خدا تعالے ایسے مقدس انفاس کو دنیا پر برکات پھیلانے اور حاجت روائی خلق کے واسطے دیر گاہ اس وجود عنصری میں ظہور پذیر رکھے۔

الحمد بس باقی ہوس —

(۱۴۰) ناند گانون کے اسٹیشن کے قریب سرا سے مین ایک بڑی بی رہتی تھین جو مشہور اور معروف تھین (ناند گانون کی متانی بان) اگرچہ یہ مقدس بیوی مجذوبہ تھین۔ مگر کبھی کبھی سالوک مین بھی آجاتی تھین میرے حال پر نہایت شفقت اور مہربانی فرماتی تھین جب کبھی مجھے یاد فرمایا تو "میرا بچہ" ان الفاظ سے یاد فرمایا۔ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ان کی مہربانی میرے حال پر کیسی تھی وفات کے چند دنون قبل۔ مولوی یعقوب علی صاحب کا گذر اورنگ آباد کی طرف ہوا جب ان سے مولوی صاحب نے ملاقات کی تو فرمایا کہ "ہمارے بچہ سے کہدو کہ ہم سے ایک وقت آکر ملے" چنانچہ مولوی صاحب نے یہی پیام پہونچایا افسوس ہے کہ بوجہ مصروفیت کاروبار سرکاری مین نیاز حاصل نہ کرسکا اور نہ آخری دیدار سے مشرف ہوسکا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون —

(۱۴۱) حضرت دلاور علی شاہ صاحب ساکن ناچوارم۔ یہ بزرگوار میدانِ معرفت کے شہسوار یکہ تاز اور آن بان کے فقیر ہین۔ علم

ظاہری سے ان کا کسب کمال بڑھا ہوا ہے پابند شرع ہونے کے
علاوہ انکا مشرب صلح کل ہے سب بے ریا بے غرض صاف دل۔
راست گو ایسے ہین کہ بہت سے لوگ ان کی راست گوئی کو تلخ
کلامی پر محمول کرتے ہین۔ مجھ غریب کے حال پر بڑے مہربان ہین
ایسا غیر متعصب اس گروہ مین بہت کم ہے جسکا اثر یہ ہے کہ
اچھے اچھے ہندو اور برہمن ان کے دائرۂ ارادت مین شریک
ہین۔ مجھے حضرت موصوف سے دلی نیاز ہے۔

(۱۴) حبیب محمد حسن حبیب مرحوم۔ انھون نے اپنے وقت آخر
مین مجھے وصی قرار دیا اور وصیت نامہ لکھکر مجھے طلب فرما کر مرحمت
فرمایا۔ مین نے عرض کیا کہ آپکی قوم اور مذہب کے لوگ اس کو
اچھا نہ سمجھین گے۔ آپ ان مین سے کسی کو وصی فرما دیجئے۔
ارشاد ہوا کہ ہم تیرے ظاہر کو نہین دیکھتا۔ تو ہمارا بچہ ہے۔ اگر تو
قبول نہ کرے گا تو ہم ناراض ہوگا۔"

سنا گیا ہے کہ بعض لوگ مانع ہوئے جسپر انھون نے برہم
ہو کر فرمایا کہ اسکو اپنا ہم بچہ سمجھتا ہے۔ بدین ہمہ اگر تمہارا اقبال ہے

اور ہے تو سمجھ لو کہ حبیب حسن بھی اس کا ہر حال شریک ہے۔

(۱۵) شیخ جابر مرحوم جو اعلےٰ درجے کے محقق اور صوفی صاحب حال وقال تھے۔

ایک روز شیخ جابر مرحوم نے جو کبھی کبھی غریب مقام ہی کاشانۂ شاد کو منور فرمایا کرتے تھے۔ رونق بخش ہوتے ہی فرمایا کہ مدار المہام! آج تمہارے واسطے ہم لوگوں سے لڑا

مین نے عرض کیا کہ سبب کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ بعض لوگ ہم سے بولا کہ کشن پرشاد کی نسبت ہم فلان فلان ابواب مین فتویٰ چاہتا ہے آپ بھی دستخط کر دیجئے۔ ہم نے اُن سے سوال کیا "تم ان کو کیا سمجھتا ہے" اسپر سبھون نے سکوت کیا۔ ہم نے خود جواب دیا کہ اگر تم اُسکو کافر سمجھتا ہے تو فتویٰ کافر کے لئے کام نہین آتا۔

اگر اس کے خلاف سمجھتا ہے تو پھر شکایت کیا ہین نے دست بوسی کی۔ قدم چومے شکریہ ادا کیا۔

(۱۶) حبیب عیدروس مدظلہ۔ یہ اپنے وقت کے بلا مبالغہ شبلی

اور جنید عارف باللہ محقق اور زبردست صوفی ہین۔ باوجود پابند
شرع ہونے کے ایسا غیر متعصب شیخ صلح کل مشرب والا دیکھا
نہین گیا۔ مجھے ان مقدس بزرگوار کی بے تعصبی کا ایک تذکرہ
یاد آیا جو درج کرتا ہون۔

جسوقت حضرت داؤد علی شاہ مجذوب کا انتقال ہوا اُس روز
بعض اصحاب جو مجھپر مہربان تھے اُن لوگون نے تہیہ کیا کہ مرحوم
مجذوب کو بی بازار مین جس زمین کی ملکی مین وہ رہا کرتے تھے
دفنائین ۔ اور مین نے اپنے علاقے کے پھول باغ مین دفنانے
کی ٹھان لی تھی ۔ غرض ابھی جنازہ کو غسل نہین ہوا تھا کہ مین نے
برسر میت پہونچکر اُن کی زیارت کرنی چاہی ۔ اتفاق سے بعض
احباب نے مجھے باتون مین اسقدر مصروف کیا کہ جنازے تک
جانے نہ دیا۔ بلکہ ایک دو بار مین نے قصد بھی کیا لیکن انہون نے
حکمت عملی سے ٹال دیا۔ مین اس کنایہ کو جو مجمل تھا صراحت سے
پہچان گیا۔ اور مصلحتاً اصرار کرنا مناسب نہین خیال کیا۔ اتنے مین
حضرت حبیب عیدروس تشریف لے آئے مین نے دست بوسی

کی آتے ہی مجھ سے استفسار فرمایا کہ جنازہ کہاں ہے اور تم نے زیارت کی کہ نہین۔

چونکہ احباب نے کنایتاً مجھے روکا تھا میرے دل پر اس کا اثر تھا ہی مین نے جرارت اور شوخی سے عرض کیا کہ اگر میرا زیارت کرنا اور میت کے نزدیک جانا اور مس کرنا نہ ہوتا ممنوع نہین ہے تو مین سعادت حاصل کرسکتا ہون۔ یہ سنتے ہی اُن کا رنگ متغیر ہوگیا اور فوراً میرے دستگیر ہنکر مجھکو اپنے ساتھ جنازے کے نزدیک لے گئے اور چہرے پر سے کفن ہٹا کر پیشانی کو بوسہ دیا اور مجھے بھی حکم دیا۔ مین نے بھی اتباع کیا۔ عنایت فرما اپنا سا منہ لیکر رہ گیے اور اُس خدا داد مہربانی کا اثر وہان کے حاضرین پر اُس وقت ایسا سحر آمیز ہوا کہ وہ نظارہ قابل دیکھنے کے تھا سبحان اللہ وبحمدہ۔ حبیب موصوف نے مجھسے دریافت فرمایا کہ مرحوم کہان دفنائے جائین گے۔ مین نے عرض کیا کہ میری آرزو تو یہ ہے کہ اپنے علاقے کی زمین مین رکھکر چوبیس برس سے جس طرح خدمت گزاری کی اب بھی خدمت کرون۔ لیکن بعض

احباب اسکو پسند نہین فرماتے آپ نے فرمایا کہ یہ سعادت
تیری تقدیر مین ہے تو ہی اپنے باغ مین اس امانت الہی
کو سونپ دے - اس عرصے مین میرے سرتاج حضرت
بندگان عالی مدظلہ وخلد اللہ ملکہ کی پیشگاہ سے حکم آیا کہ کشن پرشاد
قدیم سے خادم ہے اُس بزرگ کا اور صرف اللہ کے واسطے
وہ خدمت کرنا چاہتا ہے - اور حسب ارکان و احکام شرع محمدی
تجہیز وتکفین ہوتی ہے لہذا یہ سعادت کشن پرشاد ہی حاصل کرے
سبحان اللہ سچ ہے -

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

عقیدتمند ناظرین ضرور اس تذکرے سے نتیجہ نکالین گے کہ فضل الٰہی
نے یون اپنا رنگ دکھایا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ
اس کے ساتھ حبیب عدروس حبیب کی بزرگی اور انکی بے تعصبی
پر ضرور دل سے فدا ہوتے ہونگے - سبحان اللہ -

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان ہم نکردند تنگ

خدا ئے تعالیٰ نے جبیب سلمہ اللہ تعالیٰ کو ابھی زندہ رکھے۔ چار پانچ
ماہ کے قبل بلدے مین تشریف لے آئے تھے۔

(۱۷) خواجہ شمس الدین صاحب اورنگ آبادی۔ یہ بزرگ
بھی نہایت خوبیون کے ہین۔ ان مین بھی تعصب نہین۔ بلکہ
ان کی بے تعصبی کے جادو نے اچھے اچھے برہمنون کو رشتہ الفت
کے دام مین پھنسا لیا۔ اور بہت سے ہندو برہمن انکے دست
رام ہین۔ ان بزرگوار سے بھی مجھے نیاز حاصل ہے۔

(۱۸) پاچھا میان مجذوب۔ یہ غالیچہ والے مجذوب کے نام سے
مشہور تھے۔ اس لئے کہ اُن کا مقام قالین فروش کی دکان کی ایک
ملگی مین تھا۔ بڑے تیز مزاج مجذوب تھے شمشیر برہنہ۔ جو کہدیا وہ
ہو گیا۔

(۱۹) مولانا محمد حسن صاحب۔ سالک مجذوب ہیں۔ شمس آباد مین رہتے
تھے۔ آزاد منش۔ قلندر مشرب تھے۔ میرے حال پر بیحد مہربانی
تھی ان کے معتقدینِ خاص کا یہ قول تھا کہ جب کبھی مین حضرت کی
خدمت مین حاضر ہوتا ہون تو اُس روز حضرت بیحد خوش رہا کرتے ہین

چنانچہ مین نے بھی بارہا اس بات کو آزمایا۔

ان کی انکشافی حالت آئنہ کو مات کرتی تھی حضرت موصوف کی خوارق عادات کی کیفیت جب مجھ تک پہونچی۔ ایک روز اچانک مین اپنے جد بزرگوار سے جو اسوقت حی القائم تھے اجازت حاصل کر کے گیا۔ ابھی میری گاڑی چند فرلانگ اُس مقام سے دور تھی جہان حضرت کا قیام تھا راستے مین ایک خدمتی کو دیکھتا ہون کہ وہ میرے ساتھ کے سوار سے مخاطب ہو کر پوچھ رہا ہے کہ اس گاڑی مین کون ہین اور کہان جاتے ہین۔ میرے کان تک بھنک پہونچی مین نے اُس خدمتی کو طلب کر کے وجہ پوچھنے کی دریافت کی۔ اُس نے کہا کہ شب سے حضرت یہ فرما رہے ہین کہ میرا بچہ آتا ہے جاؤ جلد لے آؤ۔ اُس وقت سے ہم دو خدمتی یکے بعد دیگرے شب سے یہان حاضر ہین کوئی سواری ہمکو نہین ملی اور نہ یہ ہمین معلوم ہے کہ حضرت مخاطب کس کی طرف ہین۔ اور کون حضرت سے ملنے آتے ہین۔

الغرض ان کے انکشاف کو اگر مین قلمبند کرون تو یہ مختصر کتاب

کافی ہوگی۔ خدا مغفرت کرے اور اُن کے طفیل میں شاد کی

دنیا و آخرت بخیر ہو۔

(۲۰) مولانا فضل اللہ شاہ صاحب قادری۔ ساکن شمس آباد

ان بزرگوار سے حال ہی میں نیاز حاصل ہوا ہے۔ نہایت متعدد ہیں

اور با اوقات سالک ہیں طبیعت کے آزاد۔ محمد حسن صاحب مجذوب

جن کا ذکر ابھی مذکور ہوا۔ ان کے جانشین کہے جاتے ہیں۔ اور

عجب بھی نہیں اس لیے کہ ان کے عادات اور رفتار و گفتار میں مرحوم

کے عادات کا بہت کچھ رنگ ہے۔ اس غریب کے حال پہ مہربان

ہیں۔

(۲۱) حضرت محمد سلطان مجذوب ساکن بمبئی قریب اسٹیشن باندرا

یہ نادیدہ مجھ پہ ایسے مہربان تھے کہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ میری

جانب سے حضرت کی خدمت میں گاہے ماہے کوئی جایا کرتا تھا تو

اُس کی زبانی معلوم ہوتا تھا کہ مجھ ناچیز کو محبانہ الفاظ کے ساتھ یاد

فرمایا کرتے ہیں۔ بتاریخ ۱۵ محرم ۱۳۳۳ھ انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون

(۲۲) حضرت فرزند علی شاہ ساکن خانپور ضلع بلیا بطور سیاحی کے یہاں تشریف

لائے تھے۔ حضرت کا سنِ شریف صدیوں کا تبلایا جاتا تھا۔ خود
حضرت سے میں نے ایک روز پوچھا تو فرمایا کہ فقیر کو عمر کیا معلوم
اپنے کام سے کام۔ ایسا صلح کل پسند۔ اور صوفی مشرب۔ عارف باللہ
جیسا حضرت بانسبت فقیر کم دیکھا۔ اللہ اللہ۔ ہمیشہ فرماتے تھے کہ دیکھ
بابا کشن پرشاد! ہندو اور اسلام کے جھگڑوں میں تو نہ آنا۔ خواہ
زمانہ کچھ کہے۔ لیکن اپنے کام سے کام رکھ۔ یہ بھی فرماتے تھے
کہ وقت بڑی نعمت ہے اسکو بیکار جانے نہ دینا۔ اور جو نعمت
جہان سے جس سے ملے اُسے حاصل کرنا۔ متاع نیک ہر دکان
کہ باشد۔ اشعار مختلف یاد ہونے کے علاوہ حافظ اور سعدی
کے اشعار زیادہ یاد تھے۔ بابا کبیر داس۔ اور بابا نانک شاہ کے
دوہے وغیرہ بہت یاد تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ کا
مشرب عجب پاکیزہ ہے۔ لیکن شارعین ظاہر بین کسطرح پسند
کرتے ہونگے۔ اور محبت رکھتے ہونگے۔ فرماتے تھے کہ چشم
احول کو تو ہمیشہ دو ہی نظر آئیں گے۔ اس کا کیا علاج۔ جو اچھی نظر
کے ہیں وہ کبھی کسیکو بُرا نہ کہیں گے۔ دوئی کا جھگڑا احول ہے

لیے سب ہے۔ واجب الوجود جو چندین ہزار صور و اشکال ظاہر ہوا ہے
اُسپر ہم نظر رکھین۔ یا تو ہین کفر و اسلام کے جھمیر مین پڑے رہین
یہ دو بیت اکثر مواقع پر فرماتے تھے۔

بہر صورت نمودہ ذاتِ خودرا
گہے بر شکل آدم گاہ حوا

دیگر

طرفہ بیرنگی کہ دارد رنگہاے بیشمار
طرفہ بے شکلی کہ دارد شکلہاے صد ہزار

نقشبندیہ خاندان سے تھے۔ لیکن ہمہ اوست کے قایل تھے۔ بابا
کبیر داس۔ اور بابا نانک شاہ اور دوسرے برگزیدگان رب العزت
فرقۂ ہنود سے کسی کا نام اگر لیتے تھے تو بہت ہی ادب سے
اور نہایت محبت سے اور یہ رباعی فرماتے تھے۔

ہمسایہ و ہمنشین و ہمرہ ہمہ اوست
در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمنِ فرق و نہانخانۂ جمع
واللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

فرمایا مین نے عرض کیا کہ نقشبندیہ طریقے مین تو ہمہ اوست پر

عقیدہ رکھتے ہین - فرمایا کہ کسی بے سمجھ نے ایسا کہا ہوگا - دونون کہتے ہین - اور دونون کے رمز کسی وقت کہون گا تو مزہ آئیگا - اور یہ فرماتے تھے کہ میان - ہر کو بھجے سو ہر کا ہووے - وہان اسلام اور کفر کا کچھ پتا ہی نہین - میان کے پسندا طاعت آجاتا ہی یہ کہہ کر روتے تھے - میرے حال پر نہایت ہی مہربان - اور اکثر فرماتے تھے کہ تو ہمارا بچہ ہے - مجھے بھی حضرت سے بہت عقیدت تھی اتفاقاً فالج سے علیل ہوے - اسی زمانہ مین مین اجمیر شریف گیا ہوا تھا - ایک وکیل صاحب جو اپنے آپکو مرید کہتے تھے انھون نے حضرت کو وطن پہونچانے کی غرض سے اُس حالت مین ریل پر سوار کروایا - پورنا اسٹیشن پر ان کا وصال ہوگیا غریب الوطن ہوگئی - اللہ اللہ

دو چیز آدمی را بہ اند بزور
یکے آب و دانہ دگر خاک گور

پربھنی کے اسٹیشن کے قریب دنیا کے مسافر نے کنج لحد مین آرام لیا - اللہ اللہ کیسے کیسے لوگ اُٹھ گئے دل روتا ہے آنکھین خون بہاتی ہین مگر کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام -

مرحوم حضرت یحییٰ منیری کے خاندان سے ہیں اور انکے فرزند سید عبدالعزیز صاحب ہیں

(۴۳) حضرت افتخار علی شاہ صاحب وطن یہ نہایت مشہور اور معروف فقیر۔ آزاد منش۔ اور عارف باللہ۔ محقق صلح کل مشرب کے فقیر تھے۔ نظم میں ان کا کلام موجود ہے۔ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی خداداد استعداد عرفان میں کہاں تک تھی درحقیقت اس میدان کے شہسوار یکہ تاز تھے۔ حالانکہ میری آمدورفت کم تھی لیکن غائبانہ میرے حال پر بہت نوازش فرماتے تھے۔

(۴۴) حضرت مسکین شاہ صاحب قبلہ۔ آسمان نقشبندیہ کے آفتاب تھے۔ آپکی مدح میں قلم عاجز ہے۔ نہایت مشہور اور برگزیدہ عاشقان رسولؐ سے تھے۔ ایسی لاجواب فرد تھی کہ صدیوں ایسا یقین ظہور پذیر نہوگا۔ مجھ غریب کے حال پر نہایت مہربان تھے میرے جد کے انتقال کے بعد جب کبھی میں اپنے حالات عرض کروا کر امیدوار اور طالب دعا کا ہوا تو یہی فرماتے تھے کہ "وہ ثانی چندولال ہوگا"۔ آپکے ارشادات قلمبند ہوکر کتاب کی شکل میں مدون ہوئے ہیں۔ اس کتاب کا نام لذات مسکین ہے۔ آپ کے ایک

فرزند ارجمند ہین۔ تسکین شاہ صاحب قبلہ۔ پورے اسکی مصداق ہین۔
الولد سر لابیہ آپکی بیعت کے ساتھ ہزارہا مخلوق تھی۔ ایسا
بافیض شخص اور اسقدر رجوع اور تزکیہ کا صدیون پیدا ہونا محال ہے۔
(۲۵) حضرت آغا داؤد صاحب قبلہ مشہور مشائخین عظام سے تھے
مگر یہ بھی مجموعی حالت مین لاجواب فرد تھی۔ ایسا کاسب اور موحد صاحب
نسبت کم دیکھا گیا۔ سبحان اللہ مست سے عرفان۔ اور اسقدر
عجز و انکساری طبیعت مین تھی جیساکہ بزرگان دین کے عادات
سنے جاتے ہین۔ صلح کل مشرب تھا ان کی وفات کے بعد
ان کے فرزند چند سال جانشین رہکر ٹائیفائڈ سے بیمار ہوکر راہی
دار البقا ہوئے اب ان کے پوتے جن کی عمر تقریباً پندرہ سولہ
سال کی ہوگی اس خاندان کے جانشین ہین۔ یہ ہونہار نظر آتے
ہین۔ بمصداق ؎

بالائے سرش ز ہوشمندی
میتافت ستارۂ بلندی

البتہ تعلیم۔ اور کسی شیخ کامل کی صحبت کی ضرورت ہے۔ خدا امداد کرے

(۲۶) حضرت محمد شاہ صاحب حضرت شاہ خاموش رح کے جانشین صاحب فیض۔ اور نہایت مقدس اور برگزیدہ مشہور و معروف ہین بہت زمانے سے مجھے حضرت کے ساتھ عقیدت ہے۔ حضرت بھی میرے حال پر نہایت مہربان اور اپنے خاص مریدون سے زیادہ چاہتے ہین۔ صلح کل مشرب۔ اور صاحب مذاق عارف باللہ۔ کسب کے سچکے ہین۔ میری ایک بیوی مرحومہ فخر اہل اسلام سے اور شاد محل سے معروف تھین حضرت ہی کے ہاتھ پر وقت اخیر بیعت کی حضرت قبلہ و کعبہ شاہ خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی چھٹی کی محفل جو میرے پاس ہوا کرتی ہے۔ اس محفل کے میر محفل آپ ہی ہوتے ہین۔ آپکا وجود مغتنمات سے ہے۔

(۲۷) غنی شاہ صاحب مجذوب یہ اسٹیشن کے قریب رہتے ہین سنا گیا کہ پہلے یہ ہندو تھے کسی مجذوب کی نظرِ مقناطیسی نے انکو عشق الہی کی طرف کھینچ لیا۔ اکثر تشریف لاتے ہین اور نہایت مہربان ہین۔ اکثر لوگون کو ان سے فیض بھی پہونچا ہے۔

(۲۸) مولانا الہ بخش صاحب جو ہندوستان مین ایک نہایت

مشہور و معروف مقدس اہل اللہ اور صوفیائے کرام سے تھے
آپ سے بذریعہ کتابت تعارف اور نیاز حاصل تھا۔

(۲۹) مولانا شاہ فضل الرحمان قدس سرہٗ جو گنج مراد آباد میں رہتے تھے اور جن کا نام آفتاب کی طرح دنیا کے آسمان پر روشن ہے۔ آپ سے بھی بذریعہ خط و کتابت نیاز حاصل تھا۔ نادیدہ مجھے حضرت کی ذات قدسی صفات سے اس قدر دلی محبت اور عقیدت تھی کہ بعض اوقات بے اختیار میں آپ کی آرزوئے ملاقات میں روتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کونسی لبھانے والی چیز تھی جو میرے دل پر جذبِ مقناطیسی کا اثر ڈالکر مجھے اپنی طرف کھینچتی تھی اور وہ کونسی چوٹ تھی جو میرا دل اس کی لذت چکھتا تھا اور آنسو طفل کی طرح مچل مچل کر میرے آغوش میں منڈلاتے تھے۔ واللہ باللہ مجھے نہایت تمنا تھی کہ آپکے مقدس ہاتھ پہ بیعت کر کے اپنے کو حضرت کے خادموں کے سلسلے میں شریک کروں۔ بخت و اتفاق کی بات ہے کہ مجھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نصیب نہ ہوا۔ میرے جد کے

انتقال کے بعد میں نے اپنے پاس کے ایک منشی کو جس کا
نام محمد حسن اعلیٰ رضوی ہے۔ اور جو حضرت کے ساتھ سچی عقیدت
رکھتا تھا بھجوایا اور عرضِ حال کرایا۔ اور ایک عریضہ بھی لکھا
آپ نے اُس کے جواب میں میرے منشی سے یہ ارشاد فرمایا کہ
جلد جاکر کہدے کہ خدا پر بھروسہ رکھے سب کام بن آئیں گے۔
ایک سرفرازی کیا ہے بہت سی سرفرازیاں ہونگی۔ اور میرے
نیاز نامے پر دستِ خاص سے بذریعہ تحریر ہر طرح کا اطمینان دلاکر
مجھے سورۂ اخلاص کی ایک ترکیب وظیفے کے طور پر پڑھنے کی
لکھ کر مرحمت فرمائی بعد چند دنوں کے حضرت چند اشاہ صاحب
قبلہ آپ کی ملاقات کے لیے گئے تھے۔ واپسی کے بعد
مجھ سے ارشاد فرمایا کہ (مولا) یہ فقیر واقعی آفتاب ہے اور بڑا
صاحبِ نسبت ذی قوت برقِ جہندہ ہے۔ اس شخص کی کشف
اور روحی قوت اور مذاقِ عرفان کے مقابل ہم تو کیا اچھے اچھوں
کا چراغ گل ہوتا ہے یہ بھی حضرت نے فرمایا کہ میں نے جب
تیری طرف سے سفارش کی کہ کشن پرشاد کے لیے دعائے خیر

فرمائے۔ آپکا خادم ہے تو فرماتے تھے کہ تبسم فرما کے یہ ارشاد
فرمایا کہ "جو تیرا ہے وہی میرا ہے سب کچھ اچھا ہے اُس کے لئے"
حضرت مرحوم آپ کا ذکر خیر اور آپ کے حالات جب بیان کرتے
تھے روتے تھے۔ اللہ اللہ کیسے کیسے لوگ اُٹھ گئے۔ اِنَّا لِلّٰہ
وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُون اب حضرت کے فرزند جو حضرت کے جانشین
اور الولد سر لابیہ ہیں آپ بھی نادیدہ مجھ پر مہربان ہیں۔

(۳۰) حضرت بنّے میاں شاہ صاحب مجذوب۔ یہ اورنگ آباد
میں اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں۔ اُس شہر کے قطب مانے جاتے
ہیں۔ بڑے تیز مزاج ہیں ہمیشہ جذب میں رہتے ہیں آپ کا
سن قریب نوے کے ہوگا۔ بلحاظ سن ضعف زیادہ ہے اگرچہ
پوست و استخوان باقی رہ گئے ہیں لیکن دم کے مضبوط۔ اورنگ آباد
کے صوبہ داروں میں مقتدر جنگ بہادر ان کے بہت معتقد
تھے یہ فقیر شمشیر برہنہ ہے ان کے حالات لکھنے کے لیے
دفتر چاہیئے۔ بہر حال شاد نواز ہیں۔

(۳۱) حضرت مولوی محمد حسن الزمان صاحب چشتی نظامی۔ آپ ایک

مسن اور اعلے درجے کے مشایخین عظام سے ہین۔ اور آفتاب
کی طرح آپکا نام اور آپ کے حالات اور آپ کی خوبیان روشن
ہین پرلے درجے کے عالم اور فاضل ہونے کے علاوہ۔ فقر کا
تاج آپ کے زیب سر اور خرقہ معرفت الہٰی سے آپ مشین
ہین آپکے متعدد تصانیف ہین آپکا حلم اور متانت اور عجز صفات
اسمار الہی کے خزینے کے دُرشا ہوار ہین جو ازل ہین بارگاہ صمدیت
سے آپکو عطا ہوے ہین۔ آپکے خوارق عادات سے بیش کیا
بہت سے یار و اغیار واقف ہین۔ آپکے فیض باطنی کے چراغ
سے بہت سی شمعین روشن ہوئین اور ہوتی جاتی ہین۔ آپکی
سکونت پُرانی عیدگاہ کے قریب ہے۔ توکل کے مرکز پر آپ ایسے ثابت
قدم ہین کہ توکل آپکے در کا غاشیہ بردار ہو گیا ہے چوبیس
سال کے قریب ہوتا ہے کہ اس بندۂ عاصی پُر معاصی کو آپسے
نیاز حاصل ہے اور آپ کی فیضِ صحبت سے مستفیض ہے جس
زمانے مین کوئی خدمت ملک کی میرے تفویض نہ تھی اکثر مین آپکی
خدمت مین پابوسی کے لیے حاضر ہوا کرتا تھا۔ اب عدیم الفرصتی

کے باعث گاہے گاہے حاضر ہوکر مشرف ہوتا ہون - آپکی عنایت اور ولی محبت اس اضعف العباد شاد کے حال پر خصوصیت کے ساتھ ہے - آپ سے بھی اذکار و اشغال کی نعمت مجھے ملی ہے خدا ایسا کرے کہ بندہ عاصی بھی اپنے خدا ے پاک خالق بیچگون کا مقدس نام لینے کے قابل بنے اور یہی نام پاک میرے لیے ذریعۂ آخرت ہو - اور اسی کا مبارک عشق میرے سفر آخرت کا خضر مجھے پیے بنے - اور اُسی کی محبت میری روح کی غذا ہو - اور اُسی کا تصور میری نزع کے وقت میری آنکھون کا نور بنے اور میری ہستی اسکی ذات مین فنا ہو - آمین -

قطرہ دریا مین ملجاے کہ یہی نجات ہے القدس باقی ہوس حضرت کے ایک فرزند ارجمند ہین جو الولد سر لابیہ کے مصداق ہین - اور وہ بھی شاد نواز ہین -

(۴۲) حضرت مولانا عبد الغفور صاحب ادہمی رحمۃ اللہ علیہ آپ ایک مقدس اور متبرک درویش تھے ابراہیم ادہم کے خاندان سے - میری عمر کوئی چودہ یا پندرہ سال کی تھی کہ حضرت کے دربار یون

مین شریک ہوکر سعادت کا سرمایہ حاصل کرتا تھا۔ آپ کی سکونت اس شہر مینو سواد مین۔ حضرت یوسف صاحب شریف صاحب قدس سرہما اللہ کی درگاہ کے دروازے کے قریب ایک حجرے مین تھی۔ غالباً آپ کا سنِ مبارک اُس زمانے مین تخمیناً ایک سو سال کے تھا۔ آپ ایک پرلے درجے کے زاہد اور متقی تھے اور دائم الصوم و قائم اللیل ایسے کہ جو لوگ دن رات خدمتِ فیضدرجت مین حاضر رہتے تھے اُن کا بیان تھا کہ آپکو کسی نے کسی وقت سوتے ہوئے نہین دیکھا۔ نہایت مرتاض ہونے کے علاوہ آپ عالمون مین مشہور ہوئے تھے۔ لیکن حالات اور عاداتِ ظاہری سے آپ بڑے صاحبِ نسبت اور سالک پائے جاتے تھے۔ اکثر مین حاضر ہوکر پابوسی کا شرف حاصل کیا کرتا تھا میری نسبت آپ کی زبانِ فیض ترجمان سے اُس زمانے مین جو کچھ نکلا وہ ہوکر رہا ہر پیشین گوئی آپکی تیر بہدف تھی۔ اور مجھ عاجز کے حال پر از حد عنایات اور کمال مہربانی فرماتے تھے ہمارے دین و دنیا کے سرتاج ظل سبحانی خلد اللہ ملکہ کے لیے

اکثر دعائے خیر فرما کر یہ فرماتے تھے کہ اپنے زمانے کا آصف جاہ ہو گا۔ اب آپ کی آرامگاہ دائمی حضرت شاہ خاموش صاحب کی درگاہ کے احاطے میں ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(۳۴) حضرت میران شاہ صاحب۔ یہ صاحب نہایت مقدس اور مرتاض اور متقی ہونے کے علاوہ عالم مشہور تھے۔ آپ کی سر پر افغانی قوم کا تاج رکھا گیا تھا۔ آپ دیکھنے والے حضرت اخوند صاحب قدس سرہ کے تھے جو سواد بنیر کے آسمان کے آفتاب تھے کئی سال سے آپکا قیام صوبۂ اورنگ آباد کے روضۂ شریف میں تھا۔ مجھ پر کمال مہربانی فرماتے تھے آپ کا قول تھا کہ کئی سال قبل آپ جذب کی حالت میں تھے کسی بزرگ کی توجہ سے یا حضرت اخوند صاحب قبلہ دام فیوضہ کی نظر کرامت کی بدولت آپ نے سلوک کا جامہ پہنا آپ نے اکثر وظائف کی مجھے خاص طور سے اجازت بھی دی تھی۔ کرنل سر افسر الملک بہادر بھی آپ کے ارادتمندوں اور عقیدتمندوں کے حلقے کے سمجھے جاتے ہیں افسوس ہے کہ عرصہ تخمیناً قریب دو سال کے ہوتا ہے کہ ان کا بھی

وصال ہوگیا - اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ راجعون -

(۴۴) مولانا مولوی خیر المبین صاحب - آپکا ذکرِ خیر اگرچہ علما کی مجلس مین آنا چاہیئے تھا بہ لحاظ آپ کے علم وفضل کے لیکن آپ کوئی زاہدِ خشک اور عالم بے عمل نہین ہین بلکہ ایک پرلے درجے کے محقق اور صوفی ہین اس لیے مین آپ کو صرف بلحاظ علم کے واجب التعظیم نہین سمجھتا بلکہ آپکو حضرت محبوبِ الٰہی کے محبوب کا محبوب جان کر آپکے ذکرِ خیر سے زبان وقلم کو سعادت حاصل کرنے کا موقع دیتا ہون - آپ نظامیہ خاندان کے درباریون مین سے ہین - آپ کا قدیم تعلق اس دار الریاست سے ہے اور آپ سچے بہی خواہان و دعاگزاران دولتِ آصفیہ سے ہین علم وفضل مین آپکا اوج موج دریا سے کم نہین شریعت کی تلوار کے دہنی کبھی تو کثرت مین وعظ وپند کی تلوار بنکر گمراہون کی ہدایت پر آمادہ ہوتے ہین اور کبھی وحدت کی سپر بنکر رہروان منزلِ حقیقت کے پشت وپناہ ہنجاتے ہین - وعظ مین وہ تاثیر خدا نے بخشی ہے کہ کئی مختلف مذاہب کے لوگ آپ کو دست

شریعت پر مصداق ید اللہ فوق ایدیہم بیعت کرتے بندے سے تھے لیکن اضعف العباد شاد آپ کے دست حقیقت پر ایمان لاکر آپکے فیض باطنی سے نورسمیٹتا ہے۔ آپکا مذاق عارفانہ جادہ بھرا ہے۔ آپ راہ طریقت کے سچے خضر خجستہ پے ہین۔ اگرچہ لباس مولویانہ ہے مگر سر پر تاج فقیرانہ۔ آپکا ظاہری نباہ عالمانہ لیکن باطنی رنگ عاشقانہ طبیعت آزادانہ جب کبھی آپ حدیث کے اسرار و معانی بیان کرتے ہین تو خدا مغفرت کرے میرے استاد بلکہ میرے مرشد کہیے تو بیجا نہ ہوگا۔ مولانا مولوی سید خلیل یاد آجاتے ہین۔

جسطرح علم وفضل کے کھرے ذکر وشغل کی سان پر بھی ویسے ہی چڑھے ہوے بلکہ بڑھے ہوے زبان مین اثر تو بیان مین درد۔ نظر مین کشش تو دل مین محبت نہایت خوبیونکے بزرگ ہین اور الحمد للہ کہ یہ بھی شاد نواز ہین۔ اپنا سمجھتے ہین اور ایسا سمجھتے ہین کہ مجھے اپنا کر لیا میرے ہمراز کہیئے یا دمساز سمجھیئے۔

آپ کے ایک بھائی تھے حضرت مولوی احمد خیر الدین صاحب

نقشبندی اللّٰهم اغفر حضرت مسکین شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ
کے دیکھنے والے وہ بھی جمیع خوبیوں سے خوبانِ جہان مین
سمجھے جاتے تھے۔ فنائی المرشد اور فنائی الرسول کی معراج
حاصل تھی۔ جسکا انجام یہ ہوا کہ حضرت مسکین شاہ صاحب قبلہ یعنی
اپنے مرشد کی وفات کے بعد جدائی کا غم نہ سہکر چھ مہینے کے
عرصے مین آپ بھی اس خلوت کدۂ عنصری سے روانہ ہوکر اپنے مرشد
کے دربار مین پہونچے۔

حیدرآباد کا کوئی فردِ بشر ایسا نہ ہوگا کہ جو مرحوم اور خدا رسیدہ
مولانا خیر المبین صاحب کو جانتا نہ ہوگا۔ اللہ تعالی مولوی صاحب کو
نہین نہین بلکہ مولانا کو فیض بخشی کے لیے دیرگاہ سلامت رکھے۔
(۳۵) شاہ محمود احمد صاحب۔ آپ ایک مردِ مُسن۔ خلق کے محسن
بزرگوار ہین اور حضرت شاہ عبد الحق صاحب قبلہ ردولوی جھابر توشہ کی
خاندان سے ہین۔ صاحبزادگی کے تاج سے آپ مستثنین ہین نہایت
نیک نفس۔ کریم الاخلاق۔ مشہورِ آفاق۔ مختصر صورت۔ الیاس سیرت
بزرگوار ہین۔ بزرگ زادون ہین جو اوصاف پائے جائین آپ مین

اُس سے زیادہ ہین۔ پیشانی سے کسب کمال کے آثار آفتاب بن کر چمکتے ہین۔ اس ریاست کے سچے دعاگویون اور ثناخوانون سے ہین۔ توکل کو اپنے فقر کا تاج بنایا ہے اور عجز و انکسار کو اُس تاج کا طرہ۔ صاحب نسبت مانے جاتے ہین۔ چونکہ آپکی ذات ستودہ صفات سے **شاد** کو عقیدت ہے اور آپ بھی شاد سے محبت کرتے ہین۔ اسلیے آپ کو بھی اس محفل کی شمع محفل بناکر رونق محفل کو دوبالا کیا۔ اللہ تعالے ایسے بزرگون کے سایۂ بقا کا پرتو ڈالے کہ اس جسم عنصری مین رہ کر گنہگارون کے شافع اور گمراہون کے راہبر نبین۔

(۳۶) مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب۔ آپ کا خاندان ایک مشہور اور معروف خاندان ہے۔ لقمان الہند مولانا سید قمر الدین قدس سرہ اورنگ آبادی آپکے جد پدری ہین اور سید شاہ علی منیری اورنگ آبادی قدس سرہ آپکے جد مادری ہین۔ یہہ دونون حضرات باہم معاصر تھے۔ سید نور الاتقیا آپکے والد بزرگوار نے حسب وصیت مولانا نور المقتدی مولوی صاحب

کو اپنا قایم مقام اور سید قمر الدین علیہ الرحمۃ کی درگاہ کا سجادہ نشین فرمایا۔ یہی ایک وجہ ہے کہ آپکا ذکرِ خیر بھی فقرا کے تذکرہ میں باعث سعادت سمجھا گیا۔ اب آپکی عمر تقریباً تیس برس کی ہوگی۔ نعمتِ خداداد یہ ہے کہ آپ اپنے ہم رتبہ اور ہم عمروں میں علم وفضل کے دربار سے خلعت حاصل کر چکے ہیں آپ نے اپنے والدِ بزرگوار کے دستِ رحمت پر بیعت کی ہے چاروں خانوادوں میں اجازت اور خلافت ہر چار سلاسل کی ہے لیکن طریقۂ نقشبندیۂ مجددیہ کے سلوک کے سلسلے میں آپ کی عقیدت کی کرسی شریک ہے۔ آپ کا وطنِ مولود حیدر آباد فرخندہ بنیاد ہے۔ علاوہ علومِ ظاہری میں بے بدل ہونے کے علمِ تصوف کے آفتاب سے کسب ضیا حاصل ہے۔

تجلیات احدیتِ ذاتِ باری اور انوارِ احدیت یعنی حقیقت محمدی کے فیض بخش برکات سے آپکا دل روشن ہے۔ چونکہ طبیعت خداداد پائی ہے اور ذہنِ رسا قدرتی عطا ہے اسلیے آپ ملکِ نظم کے بھی ناظم ہیں ضیا تخلص کرتے ہیں۔ جو کچھ کہہ جاتے ہیں بے مثل

کہہ جاتے ہین - کلام مین شیرینی - لطافت - اثر - بانکپن مضمون آفرینی جدت پسندی - رزم کے بہادر تو بزم کے مصاحب مضامین تازہ کی رائج الوقت دستکاری سے میناکاری ایسی کر جاتے ہین کہ قدر دانان سخن قدر دانی کی آنکھون سے غور کر کے بچشم صاد کرتے ہین - چونکہ طبیعت براق - اور ذہن پرایجاد ہے - نرالے استعارے - نئی تشبیہین انوکھی ترکیبین لفظون کی عمدہ تراشش - وہی اپنے حسن مین یکتا ہین - آپ کی جفاکش طبیعت اور خداداد علمی لیاقت نے آپ کے سر پر مفتی عدالت کا سہرا باندہا - اور اُس عہدے کا آپکے ساتھہ عقد ہوگیا - اگرچہ مفتی عدالت کا تمغہ بقول شخصے مفت را چہ باید گفت حاصل ہوا لیکن آپ کی طبیعت اپنے مرکز فقر سے تجاوز نہین کرتی - جوان صالح اور ذاکر شاغل بھی ہین مجھے آپ سے قریب پندرہ سال کے ہوتا ہے کہ تعارف کیا بلکہ نیاز حاصل ہے - شعر و سخن فارسی مین آپ سے ہی مشورہ لیتا ہون کہ آپ مجھے دل سے دوست رکھتے ہین - یگانگت نے دوئی

رنگ کو مٹاکر کائنات کا ایک رنگ ایسا جما دیا کہ اُس محبت آمیز رنگ کی شوخی سرخی حنا کی طرح ہر وقت ترقی پر ہے۔ دلی موانست اور ظاہری مواصلت جواب تک اہل من مزید کے درجہ پر ہے خدا اسکو چشم زخم سے بچائے۔

(۴۷) حضرت اسمعیل شاہ صاحب مجذوب۔ معروف بہ کمل والی شاہ صاحبؒ مجذوب دکن میں ایک نایاب اور مقدس تھے۔ آپ کوکٹ پلی کے باشندے تھے حب الوطن کا شرف اُسی سرزمین کو حاصل تھا۔ شاہ سعد اللہ صاحب کے دست حقیقت پر آپنے بیعت کی تھی۔ طریقۂ نقشبندیہ اور قادریہ دونوں طریق کے خضر خجستہ پے تھے سنا گیا کہ قبل از حالت جذب آپ ایک تاجر کے کاروان کے یوسف بنے ہوئے تھے بہت روز تک آپ خلق کی گٹھریوں اور صندوق کی باربرداری علاوہ بار امانت کے کیا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ شاہ سعد اللہ صاحب یا مولوی محمد عثمان صاحب کے جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے دیکھنے والے تھے۔ لیکن آپ کو جو فیض پہونچا تو حافظ نعمت اللہ صاحب

مجذوب سے جو ایک مشہور اور نامی مجذوب تھے ۔ اوائل جذب میں آپ کا عقد ہوا اور دنیا کا طوق گلے میں پڑا آپکے یہاں اُسی زمانے میں ایک فرزند نرینہ اور ایک دختر تولد ہوئی دونوں بفضلہٖ صاحبِ اولاد موجود ہیں۔

صاحبِ نسبت جو فقرا ہیں اُن کا بیان ہے کہ یہ بزرگوار صاحبِ خدمت اور سلطنت کے پاسبان تھے۔

اگرچہ بظاہر آپ کی مسند خاک۔ اور خلعتِ زیبا سیاہ گلیم تھی۔ لیکن باطن میں آپکے سر پر بزرگی کا تاج رکھا گیا تھا۔ بقول وکیل محمد عبدالقیوم صاحب کے جو حضرت کے نہایت ہی چہیتے اور منظور نظر تھے اور آغا داؤد صاحب قبلہ کے دیکھنے والے ہیں۔ اپنے مرشد آغا صاحب مرحوم کا قول بیان کرتے ہیں کہ آغا صاحب سید اسمٰعیل شاہ صاحب کی نسبت کہتے تھے کہ کوتوالی بلدہ کی خدمتِ باطنی کی عزت حاصل ہے۔ چنانچہ آپ کی عادت تھی کہ آپ اکثر کوتوالی کے ناکوں پر زیادہ گشت لگاتے تھے۔ اور تمام تمام شب

ماہِ فلک کی طرح آپ بھی شب بیدار اور پاسبانی کرتے تھے۔ اور بھی اسمٰعیل شاہ صاحب ایک مجذوب ہیں اور وہ بھی شاہ کے عنایت فرماؤں سے ہیں انکا بیان ہے کہ حال ہیں اسمعیل شاہ کے مدارج ہیں ترقی ہوئی۔ اور وہ ابدال ہو گئے ہیں۔ الغیب عند اللہ لیکن حسنِ ظن عموماً صاحبِ ایمان اور ارباب طریقت کے لیے لازمی ہے

اگرچہ آپکے بشرہ سے آثارِ جلال نمایاں تھے۔ مگر دل پر جمالِ الٰہی کا مبارک پرتو جلوہ فگن تھا۔

سُنا جاتا ہے کہ آپ اکثر یہ فرماتے تھے کہ "میرے زخمی بہت سے ہیں" چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جعفر علی کی تعزیہ کے قریب جو مجذوب رہتے ہیں وہ آپ کی نگاہ ناز کے زخمی ہیں۔ چنانچہ خود آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یہ میرا دیوانہ ہے۔ آپکے تصرفات اگر قلمبند ہو کر صورتِ کتاب میں آئیں تو ایک ضخیم حجم ہوگا۔ یوں تو مجھے آپکے دیدار سے اپنی آنکھوں کو روشن کرتے ہوئے ایک زمانہ گزرا۔ لیکن بارہ سال سے مجھے آپکی

خدمتِ بابرکت مین نیاز حاصل ہے۔ آپ کسی کے پاس جاتے
آتے نہ تھے۔ صرف ایک دو کے پاس جو آپکے موردِ عنایات
تھے۔ یعنی مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب مفتی عدالت
العالیہ۔ اور مولوی محمد عبدالقیوم صاحب وکیل لیکن یادرہی
بحث کہنا چاہیئے کہ ایک روز بلا طلب اور بے استدعا
کے آپ مولوی سید نور الضیاء الدین صاحب کو ساتھ لیے
ہوے غریب خانہ پر تشریف لے آئے۔ مجھے جب اطلاع
ہوئی تو دوڑا اور قدم چومے۔ نذر پیش کی۔ قبول فرماکر
کچھ سوچے اور پھر واپس کر کے فرمایا کہ "تجھے ضرورت ہے
اسکی مین کیا کرون" اور چلے گئے اُسکے چند ماہ کے بعد مجھے
منصرم مدار المہام ہونیکی عزت ملی۔ اسکے بعد آپ گاہے ماہے
اپنے فرزند اور نبیرہ کو ساتھ لیکر تشریف لاتے تھے۔ اور
بہت بے تکلفی سے پیش آتے تھے۔ نہایت کم گو تھے۔
سنا جاتا ہے کہ طغیانی کے قبل آپ پانی زیادہ پیتے تھے
اور رودِ موسیٰ کی طرف اکثر گشت کرتے تھے۔

دبا کے زمانے مین قبل از اشاعت مرض گس زنی بہت کیا
کرتے تھے۔ اور سنا جاتا ہے کہ ایک عجیب و غریب بات تھی
جب کبھی خوشی کی کوئی بات ہوتی تو آپ رنج کا اظہار کرتے
یہان تک کہ آنکھ سے آنسو نکل آتے۔ بخلاف اس کے رنج کے
موقع پر آپ خندہ جبین رہتے تھے علاوہ اور صفاتِ ظاہری و باطنی
کے حافظ قرآن بھی تھے۔

مجھپر نہایت مہربان تھے ایک روز ماہِ رمضان مین تشریف
لے آئے۔ مین نے پابوسی کے بعد پوچھا کہ کچھ تناول فرمائنگے
ارشاد ہوا کہ ہم تو کھاتے ہین مگر تم نہین کھاتے۔ بےسبب
کیون کھاتا۔ ہمنے تو تمہین کچھ بھی نہ دیا۔ مین نے عرض کیا
کہ آپ کا دیا سب کچھ ہے۔ لیکن اس شیرینی کو قبول فرمائین
تب آپنے تبسم فرماکر کچھ شیرینی مجھے دی۔ اور میوہ بھی مرحمت
فرمایا۔ مین نے بطیبِ خاطر قبول کیا۔ تبسم فرماکر ارشاد فرمایا
کہ پانی پی۔ مین نے بہت مناسب کہکر پانی کا گلاس لے لیا۔
اور پوچھا کہ اگر حکم ہو تو بچون کو بھی پلاؤن۔ ارشاد ہوا کہ

اسکے تو تقسیم ہو جاتی تھی ان کے بعد آپ نے جسم پر سے کمل اتار کر اپنے فرزند سے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ "کیا یہ کملیم اسکو دوں" یعنی مجھ ضعیف کی طرف مخاطبہ تھا۔ فرزند نے کہا کہ آپکا اختیار ہے۔

دو دفعہ اسی طرح سو چکر کملیم زیب بر دوش فرمائی۔ اور ارشاد ہوا کہ پھر دیں گے۔

غرض آپ کی یہ عادت رہی کہ جب کبھی میں نے کسی ضروری وقت پر آپکا خیال کیا کہ بس آپ فوراً کسیطرح مجھ سے آکر ملجاتے تھے گویا ہر وقت میرے ساتھ رہتے تھے۔ یہی کیفیت خدا مغفرت کرے نواب محی الدین خان مجذوب کی تھی۔ اور آپکے جانے کے بعد میرے مشکلات طے ہوا کرتے تھے۔ اللہ اللہ کیا برقی واسطہ ہے

کبھی کبھی آپ کا استغراق بہت ہوتا تھا۔ کبھی کبھی سنا گیا کہ آپ سُریلی آوازیں الاپتے تھے۔ اور مرغانِ دل کو زخمی کر دیتے تھے۔

پیسہ وغیرہ کچھ کسی چیز کی حاجت نہین تھی۔ حاجتمندون کی حاجت بعون خدا سب آپ پوری کرتے تھے۔ بہرحال ان کے عجیب کیفیات تھے۔

ماہ ذیحجہ ۱۳۲۲ھ کے اخیر ماہ مین علیل ہوے بچاشی ۸۵ برس کی عمر پاکر ذات الجنب شاید مرض الموت تھا۔ ۹ محرم ۱۳۲۸ھ کو اپنے اس وجودِ عنصری سے دائمی مفارقت کی۔ اور بمصداق اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اپنے مرکز کی طرف قالبِ عبودیت سے جلوۂ ربوبیت مین ملکر نُورٌ عَلٰی نُور ہوگئے آپ کی میّت کے ساتھ ایک اژدحام کثیر تھا نماز مکہ مسجد مین ادا ہوئی۔ واپسی کے وقت ہمارے سرتاج حضور بندگان عالی جو اُس وقت برج محلہ مین رونق بخش تھے تشریف فرما ہوکر مکہ مسجد کے دروازے سے چار مینار تک حضرت کے تابوت کو کاندھا دیا۔ اللہ اللہ عجیب عالم تھا۔ مخلوق کا اژدحام اور وہ اصلی محبت کا برقی پرتو ہمارے جہان پناہ کا سب کے دلون پر ایسا کام کرگیا کہ سب کے دل اس عشقیہ روشنی سے چراغ سے چراغ

جس طرح چاند روشن ہوتا ہے سب کے دل متاثر ہو گئے خصوص
جبکہ اعلیٰحضرت مدظلہ نے چار چار کے پاس تابوت کو روک کر
جنازے کے قدم چومے۔ ایک محشر تھا جو بپا ہو گیا۔ اللہ اللہ یا
تو یہ وہی مجذوب تھے کہ بعض قدردانوں کے سوا عموماً
سب مخلوق حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ اور خاک آپ کی
مسند تھی۔ گلیم آپ کا خرقہ۔ اور سوا معدودے چند عقیدت
مندوں کے کوئی آپکے پاس جاتا نہ تھا۔ مگر اللہ رے جاذب
حقیقی کی تاثیر کہ میت میں سب بے طلب ہزاروں مور و ملخ کی طرح
جمع تھے۔ اور ظلِ سبحانی نے تابوت کو کاندھا دیکر قدم چومے۔
جن کے قدم تمام مخلوق چومتی ہے۔ جل جلالہ سچ ہے۔
واللہ یختص برحمتہ من یشآء بہر حال دنیا کے اس مسافر نے
ایک قطعہ زمین کو جو بی بی کے الاوہ (ایک مقام کا نام) کے پاس
ایک جاگیردار باقر علیخان صاحب نے آپ کے نذر کی تھی
اپنی آرامگاہ دائمی بنا کر آرام لیا۔

---

(۳۸) حضرت سید غیاث الدین چشتی اجمیری سجادہ نشین بارگاہ حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین چشتی سے مجھے ارادت اور عقیدت تھی ۔۔ میں دل و جان سے انکا طالب ہوا اور کیوں نہ ہوتا کہ میں آپکے برزخ کو خواجہ کا برزخ سمجھتا تھا ۔ آپ کا مشرب اس قدر صلح کل تھا اور جو اپنی سربلندی اس قدر عجز پسند تھے اور ایسے باصفا دل کے تھے کہ آئینہ بھی آپ کے دل کی صفائی دیکھکر شرماجاتا تھا ۔ بے تعصبی میں یگانۂ زمانہ تھے داود دہش میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے ۔ عموماً آپکی ذات ہر دل عزیز تھی ۔ خصوصاً میرے ساتھ اس قدر محبت تھی کہ اس محبت کو میں اپنی زندگی بھر بھول نہیں سکتا ۔ آپ مجھ ذرّہ بے مقدار کو اپنا عزیز فرماتے تھے اور براہ کرم آپ نے ایک تسبیح خاص حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری کے دست خاص کی تبرکاً عنایت فرمائی جو اس وقت تک میرے پاس موجود ہے ۔ اور جب اجمیر شریف حاضر ہوا تھا تب تک اس بارگاہ کے خدام سے

جنتی دروازہ تبرکاً عنایت کیا جو اس وقت پھول باغ میں حضرت داؤد علی شاہ صاحب کے سرہانے نصب ہے الحمد للہ والمنۃ خواجہ کی دربانی بندے کو نصیب ہوئی۔

ان تذکرہ بزرگواروں میں سے نمبر (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۴) ان کے وجود عنصری میرے علاقے کے باغ کی سرزمین پر جو پھول باغ کے نام سے بیرونِ لال دروازہ واقع ہے۔ زیرِ خاک سو رہے گئے ہیں۔ زندگی میں کیا وفات کے بعد بھی مجھے ان کی خدمت گزاری کی نعمت خدا نے عنایت فرمائی۔

یہاں تک ان اکابر است محمدی صلعم کا بیان میں نے کیا ہے جن کے ساتھ مجھے سچی محبت اور بے ریا عقیدت تھی اور ہے اور انشاءاللہ تعالیٰ رہے گی۔ اس دور کے ختم کے بعد میں اس محفل کو آراستہ کرتا ہوں جس محفل میں فرقہ ہنود کے مقدس بزرگ جو شاد نواز تھے یا ہیں اس محفل کی شمع محفل بن کر اپنے مقدس نور سے اس ہیچمدان کی تصنیف کے اوراق کو مطلع انوار بنائیں گے۔

علاوہ اس کے یہ امر بھی ملحوظ خاطر ہے کہ دیگر ادیان کے منتسبانِ الٰہی وسالکانِ طریقت حقیقی کا تذکرہ نہایت تفصیل سے ایک دوسرے مجموعے میں مرتب کروں چنانچہ اس موقع پر ستاقوانِ حالاتِ فقرا پر یہ ظاہر کر دینا چاہتا ہوں کہ بزمِ عشاق کے نام سے میں ایک تذکرہ لکھ رہا ہوں جس میں اُن تمام بزرگواروں کا ذکر ہے جو امتِ محمدی اور فرقۂ ہنود میں شامل ہو کر بزمِ وحدت کی شمع اور جذباتِ عشقِ الٰہی کے مخزن ہیں۔

جب یہ تذکرۂ جدیدہ شایع ہو کر آپ کے ہاتھوں میں پہونچ جائے گا تو ان کے دید اور روشن سے آپکی مشتاق آنکھیں نور سمیٹیں گی اور ان کے پسندیدہ حالات سے جو بحرِ معرفت میں ڈوبے ہوئے ہیں آپ کے قلوب تسکین حاصل کرینگے کیونکہ عارفون اور سالکون کی ہر ایک بات اور اُن کا ہر ایک کام ایک نئے رنگ میں ڈوبا ہوتا ہے۔ جن کے مطالعے سے روح کو فرحت اور عجب لذت حاصل ہوتی ہے

(۱) اچھتانند سوامی - یہ پرمہنس بنارس کے رہنے والے تھے

میری عمر تقریباً چودہ سال کی ہوگی اُس وقت بطور سیاحت
کے حیدرآباد آئے ہوئے تھے۔ اُن کی عمر قریب اکاسی
برس کی تھی نہایت آزاد مزاج اور قلندر طبیعت کے
تھے یہ فرماتے تھے کہ اپنے مرشد سے جو کچھ سلوک
اُنھوں نے طے کیا اُسکے علاوہ نقراسے فرقۂ اسلام کے
فیض سے بھی مستفیض ہوئے اور قادریہ خاندان کے اکثر
اذکار و اشغال مین سخت شاقہ اُٹھائی فرماتے تھے کہ
سلطان الاذکار سب ذکرون مین واقعی افضل ہے اور بیشک
سلطان الاذکار ہے۔ کہتے تھے کہ سلطان الاذکار کی بدولت
یہ بات اُن کو نصیب ہوئی ہے۔ کہ وہ چاہین تو زمین سے اوپر
چل سکتے ہین۔ اور انکشافی کیفیت مین اسی کی بدولت زیادہ
کیفیت حاصل ہے۔ مجھے کبھی زمین سے اوپر چلتے ہوئے
دیکھنے کا اتفاق نہین ہوا لیکن ایک روز البتہ اُن کو اُن کے
ذکر و شغل کے وقت دیکھا تھا کہ حصیر سے ایک بالشت اونچے
ہو گئے تھے۔ سب کے ہاتھ کا بلا تکلف کھاتے پیتے تھے۔

سوامی صاحب موصوف سے مین نے حبس دم کا طریقہ سیکھا
اور محنت بھی کی دو چار منٹ تک اپنے دم کو قابو مین رکھ سکتا
تھا اُن کا قول تھا کہ یہ سارے کشف وکرامات لوازمہ ہین سفہرت
کا اصول اگر پوچھو تو معرفت الٰہی ہے۔ مجھ سے بہت محبت
رکھتے تھے۔ مرودہ[۵] بھی خوب جانتے تھے مین نے اُن سے
کچھ سیکھا بھی اور جسقدر سیکھا اب تک اُسکا عامل ہون۔

(۲) گوبند داس بابا ایک بیراگی تھے۔ عجیب بانکا فقیر تھا۔ اور
ایسا منجا ہوا اور کسب پر چڑھا ہوا کہ سبحان اللہ۔ لباس آپکا
ایک کرتہ تہہ بند۔ دہوتی کے طور پر باندہے ہوے اور لنگوٹ
کسے ہوے سر پر عمامہ یا کبھی کنٹوپ بانات کا کمر مین دو تنیچے
ہاتھ مین ایک سٹکا۔ ڈہاٹا باندہے ہوے۔ عمر تقریباً پچہتر
برس کی مگر توئی ایسے نہ بہ دست کہ اگر چار آدمی اُن کو لپیٹ کر گرانا
چاہین تو ناممکن تھا۔ اُن کا بھی ہر وقت یہی قول تھا کہ چڑھتے
اُترتے دم کی خبر لے۔ دل بیار۔ دست بکار۔ تار نہ ٹوٹنے پائی

[۵] نتھنون سے جو دم آتا جاتا ہے اُسکے شغل کو سر ودہ کہتے ہین۔

اور ہمیشہ نصیحت فرماتے تھے کہ حسد اور ہوس تعصب۔ اور
بغض ان کو جس نے چھوڑا دنیا کو جیت لیا۔ اُنکے خوارق عادات
کا ایک دو بار اظہار ہوا۔ ایک روز ایک لڑکا کسی کا بیمار تھا
اُس کا باپ جو ان کا معتقد تھا انکو اپنے ساتھ لے گیا کہ لڑکے پر
کچھ پڑھ کر دم کرین اور دعا کرین پہلے تو بہت کچھ عذر فرمایا۔
بہ ہزار منت اُس کے ساتھ گئے وہان چند نجومی جمع تھے
ایک اُن مین تجربہ کار نجومی اس بیمار کا زائچہ دیکھ رہا تھا اُس نے
کہا کہ اس لڑکے کی عمر ختم ہو چکی ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ فلان
لڑکی سے شادی نہ کرو لیکن کسی نے مانا نہین اب برہما
بھی اُٹھکر آئے تو یہ لڑکا زندہ نہ ہو گا نجومی کی اس تقریر کو سنکر
ہدایت فرمائی کہ ایسا دعویٰ نہ کرے علم غیب سوا خدا کے کوئی نہین
جانتا اُس نجومی نے درشتی سے جواب دیا کہ خیر ہم نے تو اپنے علم
سے جو سمجھا وہ کہا اب آپ فقیر ہین تو پھر مردے کو زندہ کیجے۔
اس فقرے کے سننے سے چہرہ کا رنگ متغیر ہوا۔ لیکن نہایت
ملائمت سے کہا کہ مین کوئی ولی نہین اور نہ پیغمبر نہ خدا۔ بندۂ خدا

ہون وہ بھی گنہگار مجھ سے بجز دعا کے اور کیا ہو سکتا ہے ۔ یہ کہکر اسی جوش مین اُٹھے اور اُس بیمار کے پاس جو بیہوش پڑا ہوا تھا۔ جا کر کہا کہ اے نیک بخت مرنے کے لیے سب آئے ہین اور کئی برس کے بعد مرے تو تیرا کیا بگڑا ۔ ورنہ تیری بیوی کی دنیا خراب ہو جائے گی ۔ ایک طرف تیرے گھر کے لوگ اُسکو منحوس قدم کہکر دق کرین گے ۔ اور اُدھر اسکے والدین بدبختی پر اپنی دختر کی روئین گے ۔ بس بس خدا تجھے صحت دے یہ کہکر اُٹھے اور جنگل کا راستہ لیا ۔ وہ بیمار جسکی موت کی سند حکیم وید ۔ ڈاکٹر اور نجومیون نے دیدی تھی اسی شب دو پہر رات کے بعد سے اچھا ہونا شروع ہوا ۔ دو ہفتہ مین چنگا ہو گیا ۔ اور اس واقعہ کے بعد پورے بیس برس زندہ رہا ۔ اللہ اللہ

خاصان خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

فرماتے تھے کہ علاوہ اپنے مرشد کے بابا شرف الدین صاحب کی

روح سے بلا واسطہ اُنکو فیض پہونچتا ہے اور نہایت عقیدتمند تھے۔ باباشرف الدین صاحب قبلہ کو "بابا" فرماتے تھے میرے حال پر نہایت مہربان تھے میری قرابت سے کسی شخص نے ایک روز میری غیبت مین اُن سے کہا کہ کشن پرشاد کو آپ ہدایت کیجیے کہ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے ورنہ یہ مسلمان ہوا چاہتا ہے۔ اُس کا جواب دیا کہ آبائی مذہب تم نے یا مسلمانون نے کسکو سمجھ رکھا ہے۔ آبائی مذہب تو ایک ہی ہے خدا کی ذات اگر اُس مذہب کی تلاش کسی گروہ مین کوئی کرتا ہے تو اچھا کرتا ہے جہان خدا ملے اور جس گروہ مین سے ملے مین تو وہین اُس سے ملنا چاہتا ہون جسکو تم آبائی مذہب سمجھتے ہو۔ یہ تو ہنگامی ہے اور اس خاک کے چولے کے ساتھ ہے اس کا کیا اعتبار۔

رباعی

بتخانہ و کعبہ خانۂ بندگیست ‌ ‌ ناقوس زدن ترانۂ بندگیست

محراب و کلیسیا و زنار و صلیب ‌ ‌ حقا کہ ہمہ نشانۂ بندگیست

اس قدر اُن کو جواب دیکر مجھ سے فرمایا کہ فلان شخص نے تمہاری غیبت کی تھی مین نے ہدایت کی۔ تیرا راستہ اچھا ہے مگر خدا کرے کہ تو اسپر قایم رہے مین نے اس دعاے خیر کا شکریہ ادا کیا۔ جبس دم کے یہ بھی مشتاق تھے۔ خدا بخشے اپنی عمر طبیعی تمام کر کے راہی دار البقا ہوے۔

(۳) سنگت داس بابا۔ اُداسی تھے۔ نہایت کم گو اور مرتاض اپنی دید درشن کے اچھے تھے لیکن علم معرفت مین استعداد کم تھی۔ یہ بھی شاد نواز تھے۔

(۴) ڈنڈی سوامی۔ یہ بھی پرمہنس ہین نیک خیال کے درویش ہین۔ اپنی دید درشن اور کسب کے اچھے نہایت مخیر اور صاحب ریاضت اور علم تصوف سے خبردار۔ راقم سے دلی محبت رکھتے ہین۔ ان سے بھی مین نے اشغال سیکھے ہین۔

(۵) بابا پرچنڈا نند۔ اُداسی یہ بھی اچھے تھے علم حکمت اور طب وغیرہ سے اُن کو شوق تھا۔ سنا گیا کہ کیمیا بھی جانتے تھے مجھ سے محبت رکھتے تھے۔

(۶) چیکلی والے پرمہنس - یہ علم تصوف سے خبردار اور کاسب سے تھے مجھ سے محبت رکھتے تھے۔

(۷) بابا بھگت رام۔ اُداسی - ان سے مین نے علم گرمکھی کی تکمیل کی نہایت نیکبخت اور صلح کل مشرب کے تھے شاد نواز تھے۔

(۸) بابا تیرتھ دیو اُداسی - چلہ کش اور ریاضت پسند تھے اور میرے حال پر مہربان تھے۔ لوگ کہتے ہین کہ یہ بھی کیمیا جانتے تھے واللہ اعلم۔

(۹) برہمانند سوامی - پرمہنس تھے۔ یہ ایک نہایت مشہور و معروف فقیر تھے بلا قید ملت و مذہب سب کے پاس کھاتے پیتے تھے - کوئی ہندو ان پر معترض نہین تھا - سُنا گیا کہ ایک وقت ان کو ہندوون نے پنگت مین آنے نہین دیا یہ وہان سے عبث خفا ہو کر چلے گئے پکوان کا رنگ پھیکا پڑ گیا - آخر سب نے بعد معذرت بلا کر شریک کیا اپنی عمر کئی سو برس کی بتلاتے تھے خواجہ شمس الدین اورنگ آبادی ان کی خوبیون سے واقف ہونا بیان کرتے ہین -

(۱۰) بابا سندر داس اُداسی - نیکبخت صاحب علم و مروت ہین حبس دم کے مشاق سننے جاتے ہین - سال مین تین مہینے ایک تیرہ و تاریک حجرے مین اپنے کو مقفل کر دیتے ہین - اب تک یہ مشق جاری ہے مجھ سے محبت رکھتے ہین -

(۱۱) حضرت بابا ہرگیان دیو اُداسی نانک پنتھی - امرتسر مین سلطان ونڈ دروازے کے پاس رہتے ہین یہ ایک نہایت مقدس اور مخیر مستغنی الطبع - عابد - پرہیزگار - ہر دلعزیز درویش ہین میری بڑی لڑکی خدا رکھے اور منجھلی لڑکی جسکا انتقال ہوگیا اور توسی بیوی کی بطن سے تھی انکے مرشد طریقت ہین اور اسی ذریعہ سے ضاد سے تعارف ہوا و شاد نواز ہین

(۱۲) ملپا سوامی - اوسے کے رہنے والے قوم کے ویش ہین اور متقی عابد ہین - عبادت الٰہی نے ان کے دل مین نور کا پرتو ڈالا ہے سر آسمان جاہ مرحوم بہت ان کے معتقد تھے کہا یہ جاتا ہے کہ انھین کی دعا کی برکت سے سر آسمان جاہ مرحوم کو خدا نے اولاد دی - خدا رکھے محمد معین الدین خان صاحب جو آفتاب سر آسمان جاہی اب موجود ہین - انھین کی دعا سے

سحری کا نتیجہ ہین - میرے فرزندان نرینہ کے انتقال کے بعد
بہت سے احباب نے مجبور کیا کہ مین بھی انکے پاس اپنی استدعا
لے جاؤن مگر مین نے اپنے احباب سے کہا کہ نعوذ باللہ من
ذالک اگر خدا سے مایوس ہو جاؤنگا تو پھر دوسرے سے مانگونگا

(۱۳) بابا شام داس - یہ ویدانت یعنی علم تصوف سے واقف ہین
کسب بھی کرتے ہین مجھ سے محبت رکھتے ہین -

(۱۴) استنکراچاری شیوگنگا کے ستھان کے رہنے والے
عالم اچھے ویدانت سے خبردار صاحب کسب اور ریاضت کے
کہرے - شاد کے مہربانون مین سے ہین -

(۱۵) بابا ہری سرنداس اداسی - امرت سر مین رام باغ کے پیچھے
رہتے ہین اچھے فقیر ہین - علم تصوف سے باخبر ہوش بہ دم
نظر بر قدم کے عامل - کاسب بقدر اچھے - انکے مختصر جملے پرمغز
ما قل و دل ہوا کرتے ہین - ابھی اس وجود عنصری مین جلوہ فرما
ہین - شاد کے حال پر مہربان ہین - ایک روز مین نے پوچھا
کہ باباصاحب - آدمی مرنے کے بعد کیا ہوتا ہے - فرمایا کہ (اکسیر)

مین نے پھر سوال کیا وہ کیونکر تو پھر جواب مین فرمایا کہ جسطرح پارہ مرا
اور اکسیر ہوا۔ سبحان اللہ کیا تشفی بخش جواب اور کس قدر سہل
ممتنع۔

(۱۶) ناگ بھوشن شاستری۔ یہ تلنگ برہمن تھے اگرچہ صاحب
خانہ اور صاحبِ اولاد تھے مگر رنگ کے پکّے میرے جد
فرماتے تھے کہ یہ شخص اپنے کسب کا بہت پکا ہے۔ میرے جد
مرحوم اور والد وغیرہ بہت معتقد تھے۔ مجھے بھی نیاز حاصل تھا۔ میرے
جد مرحوم نے انکے مریدین وغیرہ کے مصارف کے لیے سالانہ
مقرر فرما دیا تھا جو اب تک ملتا ہے۔ مین اکثر ان کی مہربانی کے
باعث گستاخ تھا۔ ایک روز مین نے پوچھا کہ ایسے باخبر ہو کر آپنے
بت پرستی کو کیون جائز رکھا۔ فرمایا کہ بت سے کہان مجھ سے بڑھ کر
بھی کوئی بڑا بت ہے عالم آئینہ ہے اس مین مین اپنے آپکو دیکھتا ہون

رباعی

در کعبہ اگر دل سوِ غیر است ترا ||| طاعت زنار و کعبہ دیر است ترا
در دل بحق است و ساکنِ بتکدہٗ ||| خوش باش کہ عاقبت بخیر است ترا

مجکو بہت چاہتے تھے۔

(۱۷) واجی مہاراج ٹاکلی والے۔ پورنا کے اسٹیشن سے تخمیناً تین میل کے فاصلے پر رہتے ہین۔ مرہٹہ برہمن ہین۔ بافیض آدمی ہین۔ میرے حال پر مہربانی رکھتے ہین۔

(۱۸) بھاسکرانند سوامی پرمہنس سیلح ہین۔ تصوف سے باخبر ریاضت بہت کیے ہوے مرتاض معلوم ہوتے ہین۔ حبس دم کا شغل ان کا اچھا ہے کہتے تھے کہ ان کی عمر پانسو برس کی ہے لوگ گواہی بھی دیتے ہین۔ نوی برس کی عمر والے بھی کہتے ہین کہ ان کو بچپن مین ایسا ہی دیکھا جسطرح وہ اب نظر آتے ہین۔ شاد نواز ہین۔

(۱۹) سکھی بابا۔ بڑے ہی مست الست درویش تھے کملی کاندھے پر اور تہ بند بندھا ہوا۔ ایک تارا بجاتے ہوے پھرتے رہتے تھے۔ ہر وقت نشۂ وحدت مین سرشار۔ ایک شعر اکثر پڑھتے تھے جسکا یہ مصرع ہے۔

اُٹھا کر عشق کی جھاڑو صفا کر دے دلکے حجرے کو

آپ انکے جملے بھی نہایت مختصر اور بامعنی ہوتے تھے میں نے
ایک روز پوچھا کہ سکھی بابا! ہندو اور مسلمانوں میں تناسخ کا جو
جھگڑا ہے اس کی نسبت آپکا کیا خیال ہے جواب دیا کہ دونوں
سچے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کوئی ایک سچا ہونا چاہیے دونوں
کیسے۔ فرمایا کہ دونوں سچے اس طرح ہوتے ہیں کہ کچا تخم زمین
میں بوسے تو اگتا ہے اور وہی تخم جلاکر بھون کر بویا جائے تو
پھر نہیں اگتا۔ پس جو عشق کی آگ میں جلکر خاک ہوگیا پھر وہ کہاں
پیدا ہوتا ہے

ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد

اللہ اللہ کیا تسلی بخش جواب تھا اور کس صلح کل کا جواب سبحان اللہ
(۳۰) دیوی داس۔ یہ ایک مرہٹہ برہمن تھے۔ پہلے راجہ
رائے رایان کے اسٹیٹ میں ملازمت کی وردی پہن کر نوکری
کی۔ عشق الٰہی کا جب چسکا لگا۔ اور بادۂ توحید جبکہ نوش جان
کیا۔ اسکے نشہ کی ترنگ میں اسباب کی نیرنگی سے چشم پوشی
کر کے یک رنگی کا تماشا دیکھنے لگے اور کنج تنہائی کو اپنا خلوتکدہ

بنایا - طبیعت مین نہایت عاجزی اور انکساری اور خاکساری
تھی - کیون نہو کہ خاک کے پتلے تھے - ابتدا سے ذوق و شوق
مذہبی مین ایک بتخانہ انہون نے قایم کیا تھا - اور اُس مورت
کو صورتِ جانان تصور کر کے پوجتے تھے - اسکو دم اخیر
تک نباہا - یعنی اُس بت کی خدمت گزاری جس نے حقیقت کے
راستے کے لیے اُن کا خضر بنکر منزلِ مقصود تک پہونچایا تھا
بڑے ہی اعتقاد اور جوشِ عقیدت سے کرتے رہے
وقتِ اخیر دور ونزدیک جب کہ مین عیادت کے لیے گیا تو فرطِ
مسرت سے اپنے گلے لگایا - اگرچہ زبان مین گویائی کی قوت
نہ تھی مگر کوشش کر کے کچھ گفتگو کرتے تھے اور وہ گفتگو
صرف اس بندہ عاصی کے لیے دعا سے خیر تھی جو قاضی الحاجات
سے چاہتے تھے -

۱۳۲۶ھ مین انہون نے موت کا احرام باندھ کر اپنے جانان کی طواف
کے لیے دیرِ عدم کی راہ لی - اہل شرع کے خوف سے میرا
قلم انا للہ وانا الیہ راجعون لکھنے مین رک جاتا ہے لیکن

کفرِ حقیقی میری زبانِ دل سے کہوا تا ہے کہ انا للہ و انا الیہ
راجعون۔ جو حقیقت مین سبکو رجوع کرنا ہے ایک ہی مرکز
کی طرف۔

(۲۱) بھٹ جی بابو۔ یہ بھی پہلے ملازمت کے پہرے مین کئی
سال نظربند رہے لیکن عشقِ حقیقی کی نسبت نے انکو نوکری
سے استعفا دلاکر قیدِ تعلقات سے قطعِ تعلق کرکے آزادی
کا پروانہ دلوادیا۔ اُن کے گلے مین بھی مرہٹہ برہمن کی قوم
کا طوق گلے کا ہار ہے لیکن مشرب صلح کل راہ روِ راہِ حقیقت
ہین۔ عنصرِ خاک کا ایسا غلبہ ہے کہ خاکساری کو اپنا تمغہ بنایا ہی
انکساری سر جھکائے ہوئے ہر وقت انکے ساتھ ان کا
ہمتا ذکر حاضر رہتی ہے علاوہ سب خوبیون کے یہ پہلے درجے
کے کلاونت علم موسیقی کے ماہر اور نامور استادون سے
تھے جس کا ذوق ابتک باقی ہے گیا معنی اُس فن کا ذوق
اور کمال اب انکو حاصل ہوا ہے۔ جب کبھی یہ ترانہ سنجی کرتے ہین
تو لحنِ داؤدی کا معجزہ دکھلاتے ہین۔ حمد و نعت اور معرفت

کی چیزیں اکثر گاتے ہیں اور مستانہ وار خود بھی جھوم جھوم کر مست الست بنجاتے ہین اور اہلِ محفل کے دلون کو بھی جادو بھرے اثر سے متاثر کردیتے ہین اخلاق کے پتلے۔ یہ اور دیوی دت جن کا ذکرِ خیر اوپر گذر چکا دونون مین رابطۂ یکجہتی یکدلی ایسا تھا کہ یک روح دو قالب سمجھے جاتے تھے۔ مختصر ایسے کہ آج اگر جل سہین تو کفن کو کوڑی نہین۔ گو برہمن ہین مگر ماٹو انکا یہ ہے۔

در حیرتم کہ دشمنی کفر و دین چراست
از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

خدا اچھا رکھے معتقدات سے ہین شاد کو دل سے دوست رکھتے ہین۔

علاوہ اور بہت سے اکابر اور صوفیائے کرام کے مشہور و معروف فقرائے گروہ ہنود سے جو اعلیٰ درجہ کے موحد اور محقق تھے فیضِ صحبت حاصل رہا جسکی صراحت موجب طوالت ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اُن سب کے فیض صحبت سے الحمد للہ

توحید میرا ایمان۔ صوفی میرا مذہب۔ اور صلح کل میرا مشرب ہوگیا بمصداق۔

مذہب عشق از ہمہ ملت جدا است

عاشقان را ملت و مذہب خدا است

کفر و دین کے جھگڑے۔ اور جنگ ہفتاد و دو ملت سے بری ہوں آزاد مسلک قلندری ہوں۔ نہ متعصب نہ مفتری ہوں۔ کان وحدت کی انگشتری اسی بازار کا جوہری۔ اور تقدیر کا سکندری ہوں اور زیادہ کہنا مبالغے کا غازہ چڑھانا ہے۔ سوا خود فروشی اور ادعا کے کمال کے کچھ بھی نہیں۔ اس طول طویل داستان کو سنا کر ممکن ہے میں اپنے تقیہ کا الزام دینے والے حضرات کا حسن ظن نہ رفع کر سکوں اگر منصف مزاج پبلک واقعات کا صحیح پہلو دیکھ سکتی ہے ؎

شراب تلخ صوفی سوز بنیاد مم خواہد بُرد

لبم بر لب نہ اے ساقی و بستان جان شیرینم

لیکن عرض اتنی ہے کہ اگر میں کچھ بھی نہیں اور کسی مذہب اور کسی فرقہ یا گروہ میں بار پانے کے قابل نہیں ہوں تو کیا ؎

اس میں بھی شک ہے تمھیں کیا کہ نہیں بندۂ رب
خیر کافر ہی سہی شاد جو صوفی نہ سہی

بہر حال جو جسکا جی چاہے سمجھے۔ ع
اپنے یار کا ہوں دیوانہ کوئی کچھ بولے کوئی کچھ بولے

رباعی

دنیا جم را و قیصر و خاقان را — تسبیح فرشتہ را و صفا رضوان را
دوزخ بد را بہشت نیکان را — جانان ما را بس است و ما جانان را
[illegible]

بعض احباب کو یہ بھی خیال ہے کہ اکابر دین محمدی سے خاص خواجہ معین الدین چشتی سنجری اجمیری رح سے کیوں مجھے اس قدر عقیدت ہے اور میں اپنے کو اُن کے روئے زیبا کا والہ اور اُن کی زلفوں کا دیوانہ کیوں کہتا ہوں۔ اور اس خصوصیت کی وجہ کیا ہے۔ در اصل میں خود حیران ہوں۔ مگر کیا کروں مشیت ازلی سے مجبور ہوں ع

ہمہ شہر پر ز خوبان منم و خیال ماہے
چہ کنم کہ چشم بد بین نہ کند بہ کس نگاہے

علاوہ بیان شدہ وجوہ و اسباب کے حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری رح

کے ساتھ ہو جیسے دلی عقیدت خصوصیت کے ساتھ ہے
اسکے اسباب اگر مین بیان کرون تو بالکل خود فروشی اور اپنے
کمال کا دعوے کرنا ہے۔ البتہ اس حال سے پورے طور پر
حضرت سید بخاری شاہ صاحب قبلہ ساکن مسجد درگاہ اُجالے شاہ اور خواجہ شمس الدین
صاحب چشتی اورنگ آبادی اچھی طرح سے واقف ہین جنکا ذکر خیر مذکور ہوا ہے
قول - میرے جد مرحوم کا قول تھا کہ انسان کا وہی مذہب یا خیال
یا عقیدہ پکا اور مستحکم ہوتا ہے جو سن شعور کو پہونچنے اور نیک و بد کی
تمیز حاصل ہونے پر بعد تحقیق و تلاش و جستجو یکسو ہو جاتا ہے اور یہہ
بھی فرماتے تھے کہ ایک مدت کی تلاش اور جستجو اور تحقیقات کے
بعد ہمنے صوفیون کا مذہب اختیار کیا۔ فرماتے تھے کہ صوفی
کسے کہتے ہین۔ صوفی اسکو کہتے ہین کہ خلقت سے منفصل
اور خدائے وحدہ لا شریک جلشانہ سے متصل ہو۔ اور صوفی آپ ہی
صلح کل ہوتا ہے۔ صوفی اُس وقت ہوتا ہے جب کل مخلوق اور مذاہب
کو اپنا خیال کرے۔ اور ایک نظر سے دیکھے اور اس طرح محبت رکھی
جائے جسطرح انسان اپنے ہر عضو کے ساتھ اس کا لبد عنصری

کی محبت رکھتا ہے اور اُسکی بھلائی کی فکر کرتا ہے گو بظاہر وجود کے اجزا متفرق ہین مگران متفرق اجزا کے مبدء کا نام وجود یا انسان رکھا گیا - اور صوفی وہی ہے کہ بجز ذات وحدہٗ لاشریک کے کسیکو نہ دیکھے - اور یہی توحید خدا کی ہے ع

واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

رباعی

راهِ تو بہر قدم کہ پویند خوش است — وصلِ تو بہر صفت کہ جویند خوش است
روے تو بہر چشم کہ بینند نکو است — ذکرِ تو بہر زبان کہ گویند خوش است

(ابو سعید ابو الخیر)

فرماتے تھے کہ صلح کل مشرب نہ ہندوؤن کے مختلف اور کثیر گروہ مین ہے - اور نہ مسلمانون کے بہتر فریق مین - اور یہ بھی فرماتے تھے کہ اگرچہ صوفی یا عارف یا موحد کا ہر مذہب مین ہونا ممکن ہے لیکن حضرات صوفیاے کرام مشرب محمدی نے روحانی تحقیق کے ذریعہ سے توحید خدا کے رموز اور نکات - اور تنزیہ اور تشبیہ کے معاملہ کا نہایت حسن کے ساتھ تصفیہ کیا ہے - اور اُسکی عبادات اور معرفت کے متعلق مختلف دلپذیر طرق - اور سنجیدہ ذرایع - اور سہل ممتنع

ریاضتیں قرار دی ہیں۔ جن میں کم محنت کے ساتھ زیادہ نفع حاصل ہو سکتا ہے اور شوق وجدانی اور ذوقِ روحانی حاصل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہ بھی فرماتے تھے کہ ہندو قوم کے اکثر باخدا عارف۔ صوفی۔ فقرا۔ مثلاً۔ نانک شاہ۔ کبیر شاہ۔ مانک پربھو ان لوگوں نے گروہ اسلام کے صوفیائے کرام اور جہاں سے بھی ہو سکا فیضان حاصل کیا ہے۔ متاعِ نیک ہر دکان کہ باشد۔ انتہا ماثوراً۔

چونکہ اس ضمن میں مانک پربھو کا نام آگیا ہے ان کی مختصر سوانح عمری لکھدینا مناسب خیال کرتا ہوں۔

اس مقدس بزرگ کا مقام ہمناباد کی سرزمین تھی جو سرکار عالی کے علاقہ کی ہے۔ اس تعلقہ کے آسمان اور زمین کے لیے باعث شرف یہی مقدس آفتاب تھا جس کی مبارک اور نورانی شعاعوں کو ایک عرصہ تک مذہب کے کالے ابر نے چھپا رکھا تھا اسلیے کہ یہ مرہٹہ برہمن تھے اور ان کا اصلی نام (مانک راؤ) تھا۔ بخت واتفاق کی بات ہے کہ انکو گروہ امتِ محمدی کے ایک مقدس بزرگ کے جذبِ مقناطیسی اور نگاہِ مہر نے اپنی

طرف کھینچکر آفتاب بنا کر چمکا دیا۔ اُس کے بعد یہ نہایت مشہور ہوئے۔ اگرچہ اس روایت کو اہلِ مذہب چھپاتے ہین جسطرح کہ عادت ہے ہر ایک مذہب کے متعصب نفوس کی لیکن حق پرست جو ایک ہی کو دیکھتے اور ایک ہی کو جانتے ہین اور ایک ہی بت کو پوجتے ہین۔ اور ایک ہی معشوق کے شیفتہ اور دلدادہ ہین۔ اور ایک در گیر و محکم گیر کے مسند نشین ہین وہ بمصداق ؎

متاعِ نیک ہر دکان کہ باشد

حاصل کرتے ہین۔ اور جس سے فیضیاب ہوتے ہین اسکے نام کا اظہار فخر کے ساتھ خلق کے روبرو کرتے ہین اور اپنے محسن کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ پس جہان تک مجھے انکے حالات کا علم ہوا اپنے جد مرحوم سے ہوا اور ان کا بھی یہی ارشاد تھا کہ خود نانک پر بھوسے میرے جد کو اسکا علم ہوا کہ جو کچھ انکو اپنی قوم کے مرشد سے شراب معرفت کا جام حاصل ہوا ایک مقدس بزرگ نے جو کہ وہ اُمتِ محمدی سے تھے می دو آتشہ پلا کر مست الست کر دیا اور اپنی

طرف سے فقر کا تاج پہنایا اور باطنی کثافت حُبِّ دنیوی کو لطافت عشق الٰہی کے ساتھ بدل کر دل کو آئینۂ جہاں نما بنا دیا۔ چونکہ وہ بزرگ قادریہ خاندان کی دربانی کرتے تھے اسلیے اپنے ہونہار راہرو راہِ حقیقت کو وصیت کی کہ حضرت محبوب سبحانیؒ کی بارگاہ کی جاروب کشی اپنی عزت سمجھے اور گیارہویں کیا کرے جبکہ اُس ارادتمند عقیدت کیش مریدِ الفت غیر مترقبہ سے سرفراز ہو کر اپنے مرشد سے استمداد چاہا کہ آیا وہ دنیا پرست ظاہربینوں کے واسطے اسلام کا احرام باندھ کر محرابِ ابروے یار کو سجدہ گاہ بنا کر سجدہ کرے۔ یا زنار جو گلے کا ہار ہے اسی کو رشتۂ الفت بنا کر بمصداق ؎

رشتۂ درگردنم افگندہ دوست		می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

بُت کو بٹھا کے سامنے یادِ خدا کروں

حکم ہوا کہ ہم کافرِ عشق ہیں۔ صنم پرستی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور بمصداق ؎

روزِ قیامت ہر کسے در دست گیرد نامۂ		من نیز حاضر می شوم تصویرِ جانان در بغل

حشر میں اپنے پیا کے جلوے سے آنکھوں کو روشن کرینگے۔

عاشقاں را ملت و مذہب خدا ست

اسلیے کسی ظاہر بین اور دنیا پرست کی خاطر اپنے رنگ کو جو بیرنگی سے ملا ہوا ہے بدرنگ کرنیکی ضرورت نہیں۔ اس قدر ارشاد اور ہدایت کے بعد خطاب دیا یعنی (نانک راؤ) پکارے جاتے تھے۔ راؤ کو (زرو) کا پروانہ دیکر رخصت کر دیا۔ اور (نانک) کے بعد (پربھو) کے لفظ کو جسکے سنسکرت میں (خدائے پاک) کے معنی ہوتے ہیں جانشین کر دیا۔ اسی روز یہ (نانک پربھو) ہوکر چمک اُٹھے۔

عجب پرلطف نام پایا۔ نانک کہتے ہیں یا قوت یا لعل بدخشاں کو۔ پربھو کہتے ہیں۔ خدا کو جسکے معنی یہ ہوئے۔ (خدا کا لعل) درحقیقت اس لعل کانِ وحدت نے ایسا نور پھیلایا کہ جسکی روشنی قیامت تک رہیگی۔ تا ہنوز یہ حضرت محبوب سبحانی رضہ کی گیارہویں کی نیاز بڑی دھوم دھام سے کرتے تھے۔

حضرت دلاور علی شاہ صاحب قبلہ فرماتے تھے کہ آپنے

نانک پربھو شاہ سے ملاقات کرکے حبسِ دم کا شغل ان سے
سیکھا ہے۔ ایک واقعہ انہیں کا عجیب وغریب چشم دید بیان
کرتے ہیں کہ ایک روز اپنی عبادت گاہ کے حجرے میں جو (تیرہ)
سے زیادہ طویل اور عریض نہ تھا۔ تشریف رکھتے تھے۔ دفعتاً
اپنا سیدھا ہاتھ بلند کر دیا اور آنکھیں بند کرلیں کہ دفعتاً پانی انکی
کفِ دست سے اس قدر زور سے بہا کہ حاضرین حیران رہ گئے
آپ نے تبسم فرما کر سب سے کہا کہ پانی کا مزہ چکھیں سب
نے چکھا تو دریا سے شور کا ذائقہ تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد
اپنا ہاتھ ہٹا لیا اور آستین نچوڑ کر سکھائی لوگوں نے خواہش
کی کہ اس راز سے واقف ہوں لیکن ٹال گئے۔ دو تین روز
کے عرصے کے بعد ایک مسافر تاجر مع کچھ نقد اور پارچے کے
بنڈیوں میں لاد کر نانک پربھو صاحب کے دربار میں حاضر
ہوا اس وقت آپ عبادت الٰہی میں مشغول تھے۔ آپ کے
درشن کا اشتیاق بہت بیتابی کے ساتھ ظاہر کیا۔ اتنے عرصے
میں جب وہ آفتاب اپنے مطلع سے طلوع ہوا۔ یہ مسافر صورت

دیکھتے ہی قدمون پہ گرا اور بہت رویا۔ حاضرین نے دریافت
کیا تو معلوم ہوا کہ اُس مسافر تاجر کی کشتی گرداب مین آئی تھی
اُس وقت کسی نے اُن کشتی نشینون مین سے اُس تاجر سے
کہا کہ ناک پر بمبو دکن مین ایک مقدس بزرگ ہین۔ اسوقت
تو اُنکو پکار کے دستگیری چاہ۔ چنانچہ اُسنے اُسپر عمل کیا۔ وہ
شخص مسافر قسمیہ کہتا تھا کہ "اسی حضر صورت نے میرا دستگیر ہوکر
کشتی کو طوفان سے بچایا" اللہ اللہ۔ ؎

خاصانِ خدا خدا نباشند
لیکن ز خدا جدا نباشند

کیسے کیسے مرغانِ چمن لاہوتی۔ گلستانِ حقیقت کے ہزار داستان
جنت آشیان ہوکر اُڑ گئے۔

یہ چمن یون ہی رہیگا اور ہزارون جانور
اپنی اپنی بولیان سب بولکر اُڑ جائین گے

اب تک ہمنا باد مین دھوم سے اِن کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ اور
گیارہوین بھی سُنا گیا کہ ہوتی ہے۔

اور جدِ مرحوم یہ بھی فرماتے تھے کہ دوسرے مذاہب کے فرقوں کے علما
وغیرہ صوفی کو لامذہب کہتے ہیں۔ لیکن یہ صرف ایک محدود خیال
ہے اسلیے کہ کسی طرح کوئی دعوی کے ساتھ اصولِ منطق سے
یہ ثابت نہیں کرسکتا کہ کوئی لامذہب ہو بمصداق الطرق الی اللہ
بعدد انفاسہم ہر ایک متنفس کا ایک راستہ مختلف مخصوص
ہے تو وہی راستہ اُسکے دین کا ہے اور وہی خیال اُس شاہراہ کا
خضرِ خجستہ پے ہے بلکہ اُس راہرو کو منزلِ مقصود تک پہنچا دیتا ہے
مجھے اس لامذہب کے لفظ پر ایک تذکرہ یاد آیا۔ وہ یہ کہ
حضرت سید بادشاہ بخاری صاحب قبلہ مدظلہ کی خدمت میں ایک
روز جب میں حاضر ہوا تو بر سبیلِ تذکرہ یہ ارشاد فرمایا کہ "بعض بعض
لوگ کسی کو لامذہب کہتے ہیں اس کے کیا معنی" میں نے
عرض کیا یہ اُن لوگوں کی سمجھ ہے۔ تبسم کرکے فرمایا کہ "اس کے
معنی تم بھی سمجھے کہ لامذہب کسکو کہتے ہیں؟" میں نے عرض کیا
کہ بظاہر یہی معنی ہیں کہ کوئی مذہب ہی نہیں۔ تبسم فرماکر ارشاد
فرمایا کہ یہ معنی نہیں ہیں۔ بلکہ صوفی کا جو مذہب ہے وہ (لا)

ہے یعنی نفی غیر اور اثباتِ احدیت یعنی مہر (لا) موجود (اِلا اللہ)

ع- ہمہ نیستند انچہ ہستی توئی

مین نے قدمبوسی کی اور بہت دیر تک اس ذکر پر ذوق رہا۔ سبحان اللہ کیسے کیسے حق شناس اور حق گو ہین۔ اور کسقدر نازک خیالی کے ساتھ تفہیم فرمائی ہے۔ خدا ے تعالے انکو فیض پہونچانے کے لیے اس کالبدِ عنصری مین دیر گاہ ظہور پذیر رکھے۔

یہان سے مجھے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ کا ایک پُر لطف نکتہ یاد آیا کہ صوفی سے مراد یہ ہے کہ آئینۂ دل کو اس قدر صاف کرو کہ اسپر سوا تصویرِ خدا کے کچھ نظر نہ آے ؎

در محفلِ صبوحی دانی کہ چہ خوش شاید
عکسِ عذارِ ساقی برجامِ مے فتادہ

میرے اُستاد مولانا حضرت سید خلیل عارف باللہ صوفی اور تصوف کی نسبت فرماتے تھے۔

صوفی آنست کہ میان عبد و معبود واسطۂ دیگر باقی نداشتہ

باشد۔ تصوف ترکِ وجود است کہ خود را بخدائے عز وجل سپرد کند کہ تا ہر چہ او خواہد کند۔

حضرت چندا شاہ صاحب کا قول ہے کہ صوفیوں کا وہ مبارک اور مقدس گروہ ہے کہ ہر فرقے اور ہر مذہب کا شخص اس میں شریک ہونیکو اپنے لیے باعث فخر سمجھتا ہے۔ چنانچہ حضرت یہ بھی فرماتے تھے کہ امام قشیری کا قول ہے کہ "دورِ اسلام کے ہر زمانے میں ایک اعلیٰ درجہ کا صوفی گزرا ہے۔ کوئی زمانہ خالی نہیں گیا کہ اس میں صوفیائے کرام کے فرقے کا شیخ نہ ہوا ہو اور اس زمانے کے علما اور اُنکے اماموں نے اس شیخ کے آگے سرِ نیاز جھکا کر پابوسی نہ کی ہو"۔

میرے اُستاد مولانا سید خلیل فرماتے تھے کہ علمِ تصوف مستقل ایک علم ہے اور اس کا مذاق اکتساب پر منحصر ہے جسقدر عرفان کا ذوق حاصل ہوتا جائے گا اور ذکر اور اشغال سے تذکیہ نفس ہوگا اُسی قدر اس علم کے ثمرے سے بہرہ ور ہوگا۔ اور اُسکے نکات کے معنی مطلع دل پر آفتاب کی طرح روشن

ہوتے جائینگے۔ یہ بھی مولانا مرحوم کا قول تھا کہ بعض علما جو اس علم سے ناواقف ہین جیسا کہ ابتدا مین مین تھا کہ فصوص الحکم اور اُس کے مقدس مصنف حضرت محی الدین عربی کے متعلق حسن ظن نہ تھا اور ایسے ہی تصوف کی کتابون کا مطالعہ باعث تخریب ایمان سمجھتا تھا۔ علم تصوف کو فلاسفہ سے منسوب کر کے برا سمجھتے ہین اور انکو یہ وہم ہے کہ علم تصوف ایمان کے راستے سے پھیر دیتا ہے۔ یہ بالکل نافہمی کی بات ہے اس لیے کہ ہر حدیث اور آیت کے لیے ظاہری معنی اور ہوتے ہین اور اصطلاحی اور۔

جد مرحوم فرماتے تھے کہ جدا علے مہاراجہ چندو لال کے روحانی ذوق کی کیفیت سے ہم جسقدر واقف ہین دوسرے نہین جانتے۔

اگرچہ میرے مذہبی خیالات اور مذہبی عقاید بد و شعور سے کسی خاص فرقے سے مختص یا کسی گروہ کے عقاید کے متعلق تابع نہین ہین۔ اور شاید یہی ایک وجہ ہے کہ اہل مذہب کو

ظاہر پرست گروہ کی نظروں مین نامقبول اور مطعون ہون ۔ الحمد للہ والمنہ ۔ لیکن جہان ہر مذہب مین کئی ملتین ہو چکی ہین ۔ اور ہوتی جاتی ہین ۔ اور اُن سب کے خیالات ایک دوسرے سے متغایر اور متفاوت بھی ہین ۔ اور طرق عبادت جسکا نام مذہب ہے جدا جدا ہین ۔ بمصداق الطرق الی اللہ بعدد انفسکم اور آپس مین خلاف اخلاق ایک دوسرے کو تکفیر اور الحاد کا فتویٰ دینے مین اندیشہ نہین کرتے تو موحد ۔ یا بالفاظ دیگر صوفی کا کسی خاص فرقے کے خیالات کے ساتھ ہم خیال اور اسکے عقاید کے تابع نہونا حیرت خیز بات نہین ہے ۔ بمصداق ؎

ہم موحد ہین ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتین جب مٹ گئین اجزائے ایمان ہو گئین

بقول میرے جد کے اگر موحد یا صوفی کے لیے خاص کسی گروہ کی عبادت یا عقائد اور اُس کے خیالات کا تابع ہونا واجب ہو تو پھر اُسکے واسطے خواہ کوئی کیون نہ ہو اُس کے والدین

کا مذہب کب بُرا ہے اور اُس سے ترک کرنا کونسی دانشمندی
ہے۔ اور یہ بھی فرماتے تھے کہ مذہب نے اقرارِ وحدت
کے ساتھ مختلف عقائد پر شامل ہو کر ایک معجونِ مرکب کا
مزاج پیدا کیا ہے۔ ورنہ موحد کے لیے اپنی ہستی اور
ہر دو عالم کو ذاتِ باری مین فنا کر کے وحدۃ الوجود کا اقرار زبان
سے اور تصدیق دل سے۔ اور مشاہدہ آنکھ سے کرنا ہی ایمان
ہے اور نیز ہر دین کا اصول اور جزو اعظم یہی ہے کیا خوب
کسی نے کہا ہے ؎

نمازِ زاہدان سجدہ سجود است
نمازِ عاشقان ترکِ وجود است

چنانچہ اس موقع پر مجھے اپنے استاد بلکہ مرشد کہنا بیجا نہ ہوگا۔
یعنی مولانا حضرت سید خلیل صاحب علیہ الرحمہ کا ارشاد یاد آیا۔
یعنی ایک روز مین کسی اخبار کا معائنہ کر رہا تھا جس مین اتفاق
سے میرے مذہب اور عقاید پر نا ملائم اور غیر مہذب الفاظ کے
ساتھ حملہ کیا گیا تھا۔ جسکے دیکھنے سے بہ تقاضا سے فطرت میرا

دل بھی متاثر ہوا اسی عرصے مین میرے استاد شفیق درس
دینے کے لیے تشریف لے آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مین
حضرتِ موصوف سے تصوف مین تنزلات جو حضرت
مرحوم کی ہی تصنیف سے تھی اور لوایح جامی اور فصوص الحکم
کا درس لیتا تھا۔ جب مین نے ارکان ادب طے کیے میرے
بشرے سے پاگئے کہ آج کچھ یہ کبیدہ خاطر ہے۔ فوراً سبب
دریافت فرمایا۔ مین نے قبل از جواب درس کی کتاب کھولدی
مگر مولانا نے استفسار فرمایا یہ لہجہ کسی قدر ادب آموز اور چشم
نمائی کا رنگ لیے ہوئے تھا مین نے واقعات عرض کیے
جیسے ہی میری زبان سے واقعہ ساعت فرمایا آپ نے
فوراً کتاب درس کی بغل مین دبا لی۔ اور اُٹھ کھڑے ہوئے
معاذ اللہ مین تو ہکا بکا ہوگیا۔ حواس رفو چکر ہو گئے۔ عاجزی
کر کے بٹھلایا۔ اور وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ تصوف کی راہ اختیار
کرتا ہے۔ اور صوفی بننا چاہتا ہے۔ اور پھر من و تو۔ کفر و اسلام
کے جھگڑون مین خود کو مبتلا کرتا ہے۔ اور کسی کی لعن طعن سے

متاثر بھی ہوتا ہے۔ کیا تو نہین جانتا کہ ہمارے پیشواؤن کے
متعلق جو درحقیقت اس راہ کے خضرِ خجستہ پے تھے۔ اُن کو
لوگون نے وہ بھی جاہل نہین بلکہ علما نے زندیق اور لامذہب
ہونے کا الزام دیا اگر تجھکو بدل صوفی اور اس کا راہرو بننا ہے
تو اس مصرع پر عمل کر۔

میراثِ پدر خواہی علمِ پدر آموز

اور الحمد اللہ خیر صلا۔ مجھ پر اس جادو بھرے کلام نے جو کیفیت
اُس وقت پیدا کی اُس کی تصویر نوکِ قلم سے نہین کھینچ سکتا۔
الا بحمد اللہ اُس روز سے میرا دل ابنائے زمانہ کی نوازشہائے
بیجا سے متاثر نہین ہوتا ؎

نوازشہائے بیجا دیکھتا ہون
شکایتہائے رنگین کا گلہ کیا

بالخصوص مذہبی معاملات مین اگر کوئی مجھے مطعون کرتا ہے تو
مین بعوض رنجیدہ ہونے کے خوش ہوکر اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا
ہون کہ ؎

بہ جرم عشق توام می کشند غوغائیست   تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

گلبرگہ شریف

گلبرگہ شریف بیدر سے (۱۲۹) میل پر واقع ہے۔ مذہب اور عقیدت کے لحاظ سے یہ مقام مقدس اور متبرک سمجھا گیا ہے۔ اس سرزمین کو عاشق شہباز بلند پرواز بندہ نواز گیسو دراز حضرت خواجہ سید محمد حسینی چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے برزخ عنصری کی امانت سپرد ہونے سے عزت اور فخر حاصل ہے۔ یہ امانت عنصری شہر گلبرگہ سے تخمیناً تین میل پر بسمت شمال و مشرق ایک عالیشان گنبد مین سونپی گئی ہے۔ آپکی ذات ستودہ صفات اولیاے متاخرین مین مسلمہ ہے۔ آپ کا سلسلہ حضرت قبلہ و کعبہ خواجہ معین الدین چشتی سنجری غریب نوازؒ تک پہنچتا ہے آپ حضرت نصیرالدین محمود چراغ دہلویؒ کے دیکھنے والون مین ہین۔ آپ کے مجاہدے اور خوارق عادات اور کرامات کے مقدس اور نورانی تذکرون سے اکثر کتب کے اوراق مطالع

شمس کا مشہور خطاب حاصل کر چکے ہیں حضرت کے فن شریف

اور ولادت اور وفات کے سن کا پتہ اس ایک شعر سے حاصل

ہوتا ہے ؎

سنش عادل تولد دار بشر جود
۱۰۵

وفاتش دان کہ تاج المرسلین بود
۸۲۵

عقیدت مند ہر سال نہایت ہی دھوم دھام اور تزک و احتشام

کے ساتھ عرس کیا کرتے ہیں اگرچہ اس مقدس مقام کی زیارت

میں قبل ازیں کیا بہ حیثیت خانگی اور کیا بغرضِ دورہ جب حاضر

ہوا کرتا رہا۔ لیکن عرسِ شریف میں مجھے حاضر ہونے کا کبھی

موقع نہیں ملا یہ دیرینہ تمنا بہت دنوں سے بالیدہ ہو رہی تھی

بارے خدا کا شکر ہے کہ اس سال نخلِ مراد بار آور ہوا یعنی تاریخ

۱۵ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ بیشگاہ حضرت ظلِ سبحانی سے چار روز کی رخصت

حاصل کر کے پرائیویٹ طور پر مع عیال و اطفال صبح کی ٹرین میں یہاں

روانہ ہوا۔ میری ہمراہی میں یہ لوگ تھے۔

تارا چند میرا بڑا داماد۔ میر خورشید علی منجھلا داماد و کپتان

شاہ مرزا بیگ ایڈی سی۔ حکیم مرزا اسحاق بیگ ڈاکٹر محمد حسین گنیش پنڈت نجومی۔

نورِ ظہور کا وقت

صبح نور کے تڑکے مکان سے مع زنانہ اسٹیشن پر پہونچا۔ یہ وقت عموماً دلفریب ہوتا ہے۔ آسمان کے تارے جھلملا کر چراغانِ انجمن کی طرح گل ہوتے جاتے ہین۔ ضیائے قمر نے اپنی اجلی چادر شبِ تار کے سر پر اُڑھا دی ہے چار طرف ایک سناٹے کا عالم ہے لیکن مکہ مسجد مین حضرت شاہ خاموش قدس سرہٗ کے دیکھنے والے مریدین ذکر اسمِ ذات کو بالجہر ادا کر رہے ہین یہ مبارک نام خالقِ بیچون و بیچگون کا دلون کو لبھا رہا ہے۔ اس کا جادو بھرا اثر کلیجون کو مسل رہا ہے۔ اور آنکھون سے آنسو خود بخود جوش مین آ آ کر دامن مین طفل کی طرح مچل مچل کر گر رہے ہین۔ خدا خدا کرکے یہ راستہ اس جوش اور مستی مین طے ہوا اور سیدھے اسٹیشن پر پہونچے۔ اُسکے تھوڑی دیر کے بعد

آفتاب عالم تاب اپنے چہرۂ پر نور کو نقاب شعاع زرین سے نمایان کرنے مین مصروف ہوا - مین زنانے اور بچون کو ڈبون مین سوار کرا کے پلیٹ فارم پر اس بہار صبح نو دمیدہ کے البیلے پن کے جوبن کے نظارے سے دیدون کو نور اور دل کو سرور بخشتا رہا - اتنے مین ساڑھے سات بجے - اب آفتاب جہان تاب نے اپنی خوشگوار نازک سنہری کرنون کو دنیا کے رخ زیبا پر زر گل کی طرح بکھیرنا شروع کیا - قریب آٹھ بجے کے فریدون جنگ بہادر مع مسٹر ہاکمن کے میری ملاقات کے لیے آئے - چند ضروری کاغذ دستخط طلب تھے اس لیے مین نے فریدون جنگ بہادر اور مسٹر ہنکن کو اپنے ڈبے مین طلب کیا - اور کاغذات پر دستخط کرنے کے بعد اُن سے رخصت ہونا چاہتا تھا کہ گھنٹی ہوئی - میری ملاقات کے لیے اکثر احباب نے جو افسران سرکار عالی سے تھے تکلیف کی تھی مین نے اُن سے ملاقات کی اور ڈبے مین سوار ہو گیا - گارڈ نے انجن ڈریور کو گاڑی چلانے کے لیے

اشارہ کیا سیٹی ہوئی اور گاڑی چل نکلی۔

ڈیڑھ بجے شاہ آباد کے اسٹیشن پر جب ٹرین پہونچی۔ راجہ اندر کرن اول تعلقدار گلبرگہ شریف جو بغرض استقبال یہان آئے ہوئے تھے اُن سے ملاقات کی تھوڑی دیر کے بعد ٹرین روانہ ہوئی۔ تعلقہ دار صاحب بھی اسی ٹرین مین گلبرگے تک آئے۔ اڈھائی بجے ٹرین گلبرگہ داخل ہوئی۔ اگرچہ میرا ورود بالکل پرائیویٹ تھا تاہم مولوی یوسف الدین صاحب صوبہ دار گلبرگہ اور بعض اور عہدہ دار اسٹیشن پہ پیشوائی کے لیے آئے تھے پولیس اور فوج باقاعدہ کا گارڈ آف آنر بھی حاضر تھا۔ عہدہ داران سرکار سے ملاقات کرنے کے بعد میرا سیلون جس مین میرا زنانہ اور بچے وغیرہ تھے فرودگاہ پہ بذریعہ ایک انجن کے پہونچایا گیا یہ مقام اسٹیشن سے چند فرلانگ پر واقع ہے اس کی عالیشان عمارت حضرت خداوند نعمت کی فرودگاہ قرار دی گئی ہے اسکے بعض حصون مین پارینہ دفتر مقفل ہے۔ یہ مکان نہایت وسیع اور شاندار اور عمدہ مقام پر واقع ہوا ہے منظر

نہایت خوشگوار اور تفریح بخش ہے۔

بہ مجبوری وہاں پہونچنے کے میں بعد حمام اور تبدیل لباس کی ناشتہ کرکے صندل میں شریک ہونے کی غرض سے محبوب گلشن روانہ ہوا یہ مقام میری فرودگاہ سے چند فرلانگ پر واقع ہے۔ صوبہ دار صاحب اور تعلقدار صاحب کو اپنے ہمراہ لیکر وہاں پہونچا۔ عرس کا انتظام عموماً تعلقہ داروں کے ذمے ہوا کرتا ہے لہذا حسبہ تعلقدار صاحب راجہ اندرکرن نے اس میں حصہ لیا تھا۔ پہلے مجکو وہ غلاف دکھایا گیا جو حضرت اقدس واعلی کی جانب سے تیار ہوا کرتا ہے اُسکے بعد صندل کی کشتی میرے سر پر رکھی گئی۔ میں نے شامیانے تک جو چند قدم کے فاصلے پر تھا لیجا کر پہونچا دیا دست بدست دوسرے معتقدین اور زائرین نے اپنے سر پر رکھا جمعیت کو قوالی اور باقاعدہ وغیرہ اس صوبے کی جو موجود تھی صندل کے جلو میں تھی۔ زائرین اور عقیدت مندوں کی کثرت سے گلبرگے کی رونق دوبالا ہوگئی تھی۔ مولودخوانی ہوتی

ہوئی صندل روانہ ہوا۔ کمانِ محبوب گنج تک پیادہ پا صندل کی
ساتھ ہیں اور افسرانِ سرکارِ عالی اور زائرین وغیرہ حاضر رہے
محبوب گلشن سے یہ کمان تقریباً اور تخمیناً ڈیرہ میل پر ہوگی۔
یہاں سے روضہ شریف تک نصف مسافت ابھی باقی ہے
چونکہ ابھی مسافت زیادہ طے کرنی تھی اور مجھے بڑے روضے
کے سجادہ نشین شاہ ولی اللہ حسینی نے چاہ نوشی کی دعوت
بلدہ سے ہی ہیں بھیجی تھی جسکو میں منظور کرچکا تھا۔ لہذا میں صندلِ
شریف کے جلوس سے علیحدہ ہوکر سواری موٹر۔ اپنے دونوں
داماد دون تارا پسند۔ میر خورشید علی۔ اور صوبہ دار صاحب
اور تعلقدار صاحب کو ساتھ لیکر روضہ شریف میں پہونچا
پہلے حضرت بندہ نوازؒ کے فاتحہ اور زیارت سے مشرف
اور سعادت اندوز ہوکر سجادہ نشین صاحب کے مکان میں
جو روضہ شریف سے ایک فرلانگ پر ہوگا گیا۔

یہ سجادہ نشین صاحب نوجوان ہیں۔ ان کے ایک
بھائی بھی ہیں۔ سجادہ نشین صاحب مزاج کے متین اور

کم سخن معلوم ہوتے ہین - مین پہلے بھی ان سے نیاز حاصل کرچکا ہون - علمی لیاقت متوسط درجے کی ہے لیکن ان کے بھائی سنا گیا کہ نا خواندہ ہین - مگر مجھے اس امر کے دریافت کرنے کا اتفاق نہین ہوا - اور نہ یہ موقع تھا کہ مین ان سے اس کا تذکرہ کرتا

حضرت بندہ نوازؒ کا روضہ بڑا روضہ کہلاتا ہے اور سجادہ نشین صاحب بھی بڑے روضے کے سجادہ نشین پکارے جاتے ہین - ان کے جاگیرات کے تعلقہ دار اور منتظم فتح چند نامی ایک صاحب ہین جو قبل ازین خانخانان بہادر کے پاس رہ چکے ہین اور عسکر جنگ مرحوم کے جاگیرات کے بھی یہ تعلقدار تھے - ایک وقت عسکر جنگ بہادر کے جاگیرات کی رعایا نے انکو ضرب شدید پہونچائی تھی - مجکو جب خبر پہونچی تو نہایت خوفناک حالت کی خبر پہونچی تھی اور درحقیقت یہ شدید ضربون سے چور چور ہوگئے تھے -

اب بڑے روضے کے سجادہ نشین صاحب کے جاگیرات کے تعلقدار ہین - میری دعوت کا اہتمام انھین کے سپرد تھا -

سلیقے سے ریفریشمنٹ وغیرہ کی تیاری کی تھی۔ چونکہ میرے شب کے کھانے کا وقت قریب تھا۔ لہذا میز پر سے تاک کر چند انگور کے دانے لیے اور اسی پر اکتفا کی۔ قریب آٹھ بجے کے وہاں سے رخصت ہوکر اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ بعدِ تناولِ طعام کچھ سرکاری ضروری کاغذات طلب اور دستخط کر کے آرام کیا۔

روز شنبہ

گذشتہ شب میں اگرچہ مجھے سجادہ نشین صاحب نے صندل مالی کے وقت شریک ہونے کے لیے فرمایا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ میری ایڑی کے درد نے جو کبھی کبھی ہوا کرتا ہے۔ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی پابوسی سے محروم رکھا۔ تمام دن اپنی قیام گاہ پر ضروری کام جو سرکاری تھا اُس میں مصروف رہا۔ سہ پہر میں راجہ اندر کرن تعلقدار صاحب اور صوبہ دار صاحب کو ساتھ لیکر روضۂ شریف میں پہونچا۔ فاتحے

سے فارغ ہوکر سماع خانے میں آیا۔ سجادہ نشین صاحب سماع خانے میں محوِ سماع تھے میں نے بھی اُس محفل میں شریک ہوکر سعادت حاصل کی۔ قریب پانچ بجے کے اسپورٹس میں جو قریب درگاہ کے ایک وسیع میدان ہے اور میدانِ عرس کے نام سے موسوم کیا گیا ہے پہونچا۔

یہ مقام ہفت گنبد کا ہے جن میں سلاطینِ جلیل القدر کے وجود عنصری زیرِ خاک سونپے گئے ہیں۔ نہایت شاندار گنبد ہیں۔ اس ہفت گنبد کے میدان میں سلیقے کے ساتھ اسپورٹس کا انتظام تھا۔ شام تک اسپورٹس ہوتے رہے۔ چنانچہ یہاں اسپورٹس کے پروگرام کی نقل کی جاتی ہے

———۰۰———

پروگرام اسپورٹس عرس شریف حضرت خواجہ بندہ نواز حسینی گیسو دراز قدس سرہ العزیز
بابت سنہ ۱۳۱۹ف م سنہ ۱۳۲۷ھ

نشان سلسلہ	تاریخ و وقت	مقام	نام کھیل	خلاصہ	انعام: اول درجہ	انعام: دوم درجہ	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱	۱۶ ذوالقعدہ سنہ ۱۳۲۷ھ وقت ۴ بجے دن کے	میدان ہفت گنبد	سک ریس	ڈیڑھ سو قدم کے فاصلے سے گوتک تھیلی پہنائے جائیں گے اور پیچھے دونوں	سے/	عہ/	

				ہاتھ باندھ کر دوڑائے جائین گے۔			
۲	۱۶ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ	میدان ہفت گنبد	چاٹی ریس	پانی کا گھڑا بھرا ہوا سر پر رکھکر آنکھون پر پٹی باندھ کر اولٹے پاؤن دوڑنا۔ ایک سو قدم تک۔	سے ر	عہ	
۳	"	"	چاٹی ریس ایک پانی کا گھڑا لیکر ایک پاؤن سے دوڑنا۔	پانی کا گھڑا بھرا ہوا سر پر رکھہ کر ایک پاؤن سے پچاس گز دوڑنا۔	عا		

۴	۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ وقت ۴ بجے دن کے	میدان ہفت گنبد	ہارس ریس تین سو قدم کی گھوڑ دوڑ	تین سو قدم سے گھوڑے دوڑائے جائینگے ایک ٹٹی کاغذ کی لگائی جاوے گی اُسکے اندر سے نکلکر جھنڈے تک جو پہلے آئیگا اسکو انعام دیا جاوے گا۔	صہ/	حاضر	
۵	"	"	کیمل ریس اونٹوں کی دوڑ	دو سو گز کے فاصلے پر سے دوڑ ہوگی سو قدم کے فاصلے پر جہاں جھنڈی نصب ہوگی وہاں اونٹ بٹھانا۔ وہاں تین تین گولے موجود رہیں گے اٹھانا۔ پھر سوار ہوکر دوڑانا	للعہ/		
۶	"	"	ٹگ آف وار	پولیس اول رسا کھینچیں گے دونوں طرف	سکہ		

			رسّا کشی	دس دس آدمی ہونگے۔			
۷	۱۶ ذیقعدہ سنہ ۱۳۲۲ھ وقت ۴ بجے دن کے	میدان ہفت گنبد	ایگ اسپونس چمچے ہاتھ مین لیکر اور اُسپر انڈا رکھکر چلنا۔	۵۰ قدم سے چلنا۔ اور انڈے چمچے مین رکھ کر مُنہ مین چمچے لیے ہوے جو جھنڈی تک پہلے پہونچیگا۔ وہ انعام پاے گا۔			۔
۸	″	″	ریسٹلنگ آن ہارس بیک	گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر بیٹھکر کشتی لڑنا۔ آٹھ آٹھ آدمیون کی دو ٹیم ہونگی۔	صعہ ر		
۹	″	″	کوارٹر میل فلاٹ ریس۔	پاؤ میل کے فاصلے سے دوڑنا۔ جو شخص پہلے جھنڈی تک پہونچیگا اُسکو انعام دیا جایگا۔	للعہ ر	عطا	

۱	۱۶ ذیقعدہ ۱۳۲۷ھ وقت ۳ بجے شام	میدان بیرونِ گنبد	سٹوٹنگ اٹ بائی رفل سے شیشے اوڑانا	آفیسرز ریس شیشہ اوپر اُچھالا جائیگا - ہر آفیسر تین فیر کرینگے - جو شیشہ پھوڑیں گے وہ انعام پائیں گے - اگر دو آفیسر دو شیشہ پھوڑیں تو دونوں اور ایک ایک شیشہ اوڑائینگے	کوئی عمدہ شئے دیجائیگی	
۱۱	〃	〃	ٹنٹ پگنگ	لیموں کاٹنا - اور کڑی لینا - اور تلوار سے سیخ اُکھاڑنا -	ایضًا	
۱۲	〃	〃	بال انڈ بکیٹ	دو پانی کے پیپے ۲۰ گز کے فاصلے سے رکھے جائینگے - اور گھوڑے پر بیٹھکر بیچ ...		

نمبر سلسلہ	تاریخ و وقت	مقام	نام کھیل	خلاصہ	انعام درجۂ اول	انعام درجۂ دوم	کیفیت
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
				کے فاصلے سے گھوڑے کے سوار دو گولے دو پیپون مین ڈالین گے گھوڑی کی رفتار بہت تیز ہوگی			

بعد اسپورٹس کے صوبہ دار صاحب کو مین نے اجازت دی کہ
وہ انعام تقسیم کردین۔

تماشائیون اور افسرانِ ضلع کا ہجوم تھا شب کے سات بجے
سے روشنی ہوئی۔ اور آتشبازی نے اپنی شگوفہ کاریان دکھائین
آٹھ بجے شب کے اپنی قیام گاہ کو واپس ہوا۔

شب بخیر

چہار شنبہ

آج صبح مین نے حسب عادت اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر صوبہ دار
صاحب اور تعلقہ دار صاحب اور سید ولی الدین صاحب سے
ملاقات کی۔ اگرچہ یہ سفر میرا بالکل پرائیویٹ تھا۔ لیکن مین بچپن
سے اپنے اوقات کو کسی نہ کسی کام مین صرف کرنیکا ایسا عادی
ہون کہ اپنے حق مین سوا سے وقتِ خواب باقی اوقات بیکار
رہنا مضر سمجھتا ہون۔ اس سے میرا مطلب یہ نہین ہے کہ مین
خواہ مخواہ یہ باور کراؤن کہ میرا کُل وقت بیکاری کے زمانے

مین ملک کے خدمات ادا کرنے مین ہی صرف ہوا ہو بلکہ نہین
نہین - بلکہ میری بیکاری کا وقت جو گزرتا تھا اُسکی تفصیل یہ ہے
بہت سا حصہ معائنہ کتبِ تصوف مین جس کا بچپن سے مجھے
مرض ہے - اسکے بعد معائنہ اخبارات - اور پینٹنگ (فوٹوگرافی)
موسیقی - ستار - ہارمونیم - پیانو - بلکہ میرے جدامجد مہاراجہ
نراندر نے آپا تلسی نامی زناردار جو اہلِ فن تھا - اُس سے
مجھے موسیقی کی تعلیم بھی دلوائی تھی - یعنی گلے سے بھی مین کچھ
کام کرسکتا تھا - مگر وہ زمانہ اور وقت ہی اور تھا جو اب فسانہ اور
خواب ہوگیا -
بازی شطرنج - برج - بلیرڈ - ٹینس - نشانہ اندازی - تیر اندازی
بلکہ کبھی کبھی ضیافتِ طبع خود و احباب کے لیے طباخی - کشیدہ
کارچوب - بہرحال جس وقت جو ہوسکے اور مرغوب طبع ہو -
اس سے ظاہر ہے کہ مین اپنے بیکار وقت کو بھی بمصداق ع
بیکار مباش کچھ کیا کر
مشغول و مصروف کرنا زیادہ تر بہتر سمجھتا ہون بہ نسبت اس کے

گپ شپ اور چہ میگوئیوں میں اپنے کو مصروف رکھوں۔ سو منظور ہے گزارشِ احوالِ واقعی اپنا بیان حسنِ طبیعت نہیں مجھے خیال آیا کہ سابق میں سرکاری طور پر جب گلبرگے کا دورہ کیا تھا اور اُس وقت جو جو ہدایتیں کی تھیں اُن کی جانچ کروں۔ فوراً بسواری موٹر صدر مارکٹ کے معائنے کے لیے گیا۔ سابق میں اِس بازار کی نسبت یہ ہدایت کی تھی کہ مارکٹ غلیظ رہتا ہے پاک و صاف رکھنا چاہیے۔ ساگ فروش جو احاطۂ دیوار کے اطراف میں بیٹھتے ہیں سایہ نہونے کے باعث دھوپ میں تپتے اور بارش میں بھیگتے ہیں۔ ان کی آسایش کے لیے ٹین کا سائبان ڈالدیا جائے۔ چنانچہ جب میں مارکٹ میں پہونچا تو پاک و صاف پایا۔ اور دیوار کے اندرونی احاطے کے اطراف میں سائبان تیار دیکھکر خوش ہوا۔

صوبہ دار صاحب اور تعلقہ دار صاحب نے اس جدید تیار شدہ سائبان کی دکانوں کے افتتاح کی اجازت چاہی فوراً میں نے اجازت دیدی اور لوگوں نے دکانیں لگا کر ال

فروخت کرنا شروع کر دیا۔

چل پھر کر دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دکاندار بہت ہین مگر دکانین کم ہین اور لوگ توسیع بازار کے خواہشمند بھی ہین اسلیے مین نے صوبہ دار صاحب سے کہدیا کہ موجودہ مقام مین ہی توسیع کرنیکی کوشش کیجائے۔ اور ایک نقشہ مع تخمینہ پیش کرین۔

اگرچہ موجودہ جگہ کتفی ہونے سے میرا خیال تھا کہ دوسرا مارکٹ جدید قایم کرنے کے لیے تحریک پیش کرنے کی اجازت دون۔ مگر افسوس یہ ہے کہ شہر کے وسط مین یہی ایک بازار ہے دوسرے زمینات گو وسیع ملسکتے ہین لیکن وسط شہر سے دور ہین۔ محاذی دروازۂ مارکٹ سبزی منڈی بصورت مستطیل ایک زمین کا ٹکڑا بیکار تھا۔ اس کے لیے حکم دیا کہ کوئی خوشنما پلاٹ فارم ریلنگ لگا کر پبلک کی تفریح کے لیے گلدانون سے سجا کر میز کرسی بچھا دین۔

اسی مارکٹ کی جانب جنوب جو دکانین ہین وہ بھی دھوپ

سے تپتی ہین اور بارش مین بھیگتی ہین۔ اسلیے حکم دیا کہ سائبان بنا دیا جائے۔

گوشت کی مارکٹ

گوشت کی مارکٹ کا معائنہ کیا۔ کُل تین دُکانین اُس وقت موجود تھین۔ چھت نہایت بدنما اور شکستہ تھی اسکی ترمیم کے لیے حکم دیا گیا۔ اور سکندر آباد کی مارکٹ کی طرح لوہے کا جال لگانے کی بھی ہدایت کردی۔

مارکٹ سبزی منڈی کی جانب شمال کے احاطے مین جو قبور واقع ہوے ہین اُنکو وہان کے مجاور اور خادمون کی درخواست کے مطابق لوہے کی ریلنگ لگا کر محافظ کرنے کے لیے حکم دیا گیا۔

سبزی منڈی کی مارکٹ

اُس مارکٹ کے سلسلۂ معائنہ مین سبزی منڈی کا نظارہ بھی پیش آیا ترہ فروشون کی سرسبز دورویہ دکانین سبزہ زار کی طرح لہلہاتی نظر

آئین۔ اُس مقام کی تازگی و سرسبزی آنکھون کے لیے فی الجملہ طراوت افزا ہے۔

دواخانہ

دواخانے کا معائنہ کیا۔ دواخانہ پاک وصاف ہے ہر چیز سلیقے اور عمدگی کے ساتھ اپنی اپنی جگہ پر سجی ہوئی ہے۔ آج کے روز بیمارون کی تعداد کا تختہ جو ڈاکٹر نے پیش کیا اُسکی تفصیل یہ ہے

آوٹ پیشینٹ۔ ۶۹۔ جن مین قدیم ۳۸۔ اور جدید ۲۸۔ جملہ (۶۶)

ان پیشینٹ۔ کل (۸)

اپریشن۔ (۵)

افسوس یہ ہے کہ اس دواخانے مین پانی کی قلت جو بیان کی گئی تھی وہ بدستور ہے۔ مین نے حکم دیا کہ یا تو بذریعہ نل جیل سے لیا جاے۔ یا ایک بہشتی مقرر کر دیا جاے۔ ڈاکٹر کی زبانی معلوم ہوا کہ اس دواخانے مین ایک ہندو باورچی کی بھی ضرورت ہے۔ مین نے باضابطہ تحریک کرنے کے لیے حکم دیا۔

انشاء اللہ تعالیٰ باضابطہ تحریک ہونے کے بعد اس کی منظوری دونگا۔

شفاخانہ اناث

بحمد اللہ اسکی تعمیر بالکل قریب الختم ہے اگرچہ اسکے افتتاح کیلیے سرکار سے مجھے اجازت مل چکی تھی۔ اور اگر پورے طور سے تیار ہو جاتا تو اس موقع پر ضرور افتتاح کرتا۔ مگر ابھی کام باقی ہے انشاء اللہ اسکے افتتاح کے حکم کی تعمیل بروقت کرونگا۔

چند ابواب ضروری کے متعلق حسب ذیل احکام دیئے گئے

(۱) بیمارون کے رکھنے کے لئے گنجایش کم ہے لہذا جو مکان کہنہ سررشتۂ تعمیرات کا اسوقت اس دواخانے کے پہلو مین موجود ہے وہ سررشتۂ لوکل فنڈ مین جلد منتقل کیا جائے۔

(۲) کمپونڈ کی دیوار کا برآورد ہین شریک نہ ہوتا جو تعلقہ دار صاحب اور صوبہ دار صاحب نے بیان کیا۔ اسکی تعمیر کی اجازت باضابطہ حاصل کرنے کی منظوری دی گئی۔

بارہ بجے اپنی قیام گاہ پر واپس آیا۔ کاغذات توشکخانہ عامرہ و دفتر پیشی خانگی کے معائنہ اور دستخط کے بعد قیلولہ کیا۔ سہ پہر مین بسواری موٹر بمعیت صوبہ دار صاحب و تعلقہ دار صاحب اول درگاہ شریف مین حاضر ہوا۔ بعد فاتحہ چھوٹے روضہ کے سجادہ نشین صاحب حضرت شاہ حسین صاحب چشتی سے نیاز حاصل کر کے ہفت گنبد آیا۔ یہان ایک مختصر کیمپ مین نمایش کے اشیا ملکی ساخت سے فراہم کیے گئے تھے۔ یہ نمائش گاہ اس موقع عرس کے لیے نامناسب نہ تھی۔ یہان فریدون جنگ بہادر اور مسٹر ہنکن جو حسب الطلب آئے تھے اُن سے ملاقات کی اور کچھ سامان نمایش گاہ سے خرید کر کے قریب ساڑھے سات بجے شب کے قیام گاہ پر واپس آیا۔

پنجشنبہ

آج صبح کے ساڑھے سات بجے مین اپنے زنانے اور بچون کو ساتھ لیکر روضۂ شریف مین حاضر ہوا۔ اور بعد مراسم فاتحہ

وغیرہ نیاز گیارہ روپیہ قیام گاہ کو واپس ہوا۔

یوں تو جس روز سے گلبرگہ شریف آیا ہوں۔ خواجہ غریب نوازؒ کی یاد مجھے اجمیر کیجانب کھینچ رہی ہے۔ اور بار بار مجھے اجمیر یاد آتا ہے۔

رباعی

لے باغ نہ بستان نہ چمن میخواہم ❊ نے سرو نہ گل نہ یاسمن میخواہم
خواہم زخدا سے خویش کنجے کہ درآن ❊ من باشم وآن کسے کہ من میخواہم

لیکن آج جبکہ مع زنانہ اس دربار میں حاضر ہوا۔ معلوم ہوا کہ یہاں کے دربار کا یہ قاعدہ ہے کہ کوئی طبقۂ مستورات سے خواہ شیرخوار بچی ہی کیوں نہ ہو کوئی درگاہ کے احاطہ میں نہیں جاسکتا۔ چونکہ ہر جگہ کے آداب کے موافق چلنا شیوۂ انسانیت اور مقتضائے اخلاق ہے۔ لہذا اسکی پابندی ضرور ہی تھی۔ لیکن بیساختہ بارگاہِ اجمیر کی غریب نوازی یاد آگئی کہ وہاں ہر کس وناکس عورت ومرد وطفل وپیر وجوان سب کو یہ حکم ہے کہ ہمارے دربارِ گہربار میں جسکا مرتبہ آغوشِ والدین سے بھی کہیں زیادہ

بغیر کسی خیال اور جھجک کے چلے آؤ۔ اور دل کھول کر اپنی تمناؤں کو ہماری بارگاہ میں عرض کرو۔ اگرچہ ہماری شان بلحاظ وجودِ عنصری سے مفارقت کرنے کے منزہ ہے۔ لیکن ہم تمہارے دلوں کے نزدیک ہیں۔ بمرتبہ قربِ نوافل ہم تمہارے آلہ ہیں۔ ہم تمہاری باتیں سنتے ہیں۔ تمہاری نیتوں کو دیکھتے ہیں۔ تمہارے افعال کو جانچتے ہیں۔ تمہارے حاجات کے پورا ہونے کے لیے بارگاہِ رب العزت میں وکیل بن سکتے ہیں۔ بلکہ ہم خود اُن اختیارات عطیۂ شہنشاہِ عالم و عالمیان کے اعتبار سے تمکو دے سکتے ہیں۔ تمہاری حاجتیں روا کر سکتے ہیں۔ اللہ اللہ جو وقت مجھے اُس بارگاہ کی شان بے نیازی جسمیں بے نیازِ حقیقی کا پرتو نظر آتا ہے یاد آئی تو میں کیا کہوں کہ کیا مجھ پر گذری۔ دل نے چوٹ کھائی۔ آنکھوں نے آنسو بہائے۔ لبوں نے آہ کہکر آسمان سر پر اُٹھایا۔ نالوں نے عرش ہلا دیا۔ ہاتھوں نے سینہ کوبی جی کھولکر کی۔ بیخودی چاہتی تھی کہ از خود رفتہ ہوکر زمین پر مرغِ بسمل کی طرح لوٹنے

مگر پاسِ آدابِ دنیوی اور لحاظِ اغیار کی وجہ سے جو سدِّ راہ تھے اپنے مچلے ہوئے دل کو آزادی کے ساتھ لوٹنے تڑپنے سے روک لیا۔ خدا ایسا کرے کہ پھر اُس بارگاہِ غریب نوازِ حرم مین حاضر ہوکر ادب اور لحاظ اور حیا و شرم کو دُور باش کی دھمکی دیکر اور اپنے دلی جذبات اور ولولون کو بیخودی کی حوالے کرکے اپنے بیچین دل کی تمناؤن کو اسطرح پورا کرون۔ کہ دل کو بے نیازی کی تیغِ ادا کے حوالے کرون۔ گریبان کو دستِ وحشت کے نذر کردون۔ اور جامہ و دستار کو اس شعر کا مصداق بناؤن ؎

گرچہ بدنامیست نزدِ عاقلان
مانمی خواہیم ننگ و نام را

اور ڈاڑھین مار مار کر شوقِ وصالِ محبوب مین پابوسی کا شرف حاصل کرکے آنکھون سے دریا بہاؤن۔ وجودِ عنصری کو کشتۂ ناز و نیاز کا تمغہ پہنا کر مرغِ بسمل کی طرح زمین پر تڑپاؤن اور اپنی یہ غزل اپنے محبوب کے نشۂ محبت مین جھوم جھوم کر پڑھتا جاؤن ؎

بہ مہر غیر الفتش یارب دلم بیمارتر بادا
بہ عشق خواجۂ ہند الولی آوارہ تر بادا

جفا ایش را وفا خواہم کہ نازش مرہم داغ است
الٰہی چشم فتانش فزون عیارہ تر بادا

نظر تا کرد بیدادش دل را ندارم غم
برائے قتل تیغ ناز او عیارہ تر بادا

فدائے چشم خونریزم کہ جان بخشد جہانی را
برائے خون خود خواہم ہمے خونخوارہ تر بادا

پئے رحمت نگہ خواہم نگہ تا الٰہی بخشد
اگر نوکے مژہ خارست یارب خارہ تر بادا

پئے بخشایش عصیان مرا کافیست یا الٰہی
با شک آلودہ یارب دامنم ہموارہ تر بادا

مرا از عشق آن ہند الولی اے شاہ بیرم کن
الٰہی این دل آوارہ ام آوارہ تر بادا

کہا بود مرکب کہا تا ختم۔ الغرض بارہ بجے کے قریب خدا خدا یا خواجہ یا خواجہ کہتے ہوئے اپنی فرودگاہ پہ آیا چاشت سے فارغ ہو کر بعد تبدیل لباس اسٹیشن پر گیا۔ آج مسٹر ایم ایف اڈویر منصرم رزیڈنٹ سر چارلس بیلی ولایت کو واپس ہوتے ہیں ان کی ملاقات کے لیے چلا گیا۔ مسٹر اوڈویر نے دو دفعہ سر چارلس رزیڈنٹ حیدرآباد کی منصرمی کی اپنے کو ہر طرح سے ہر دلعزیز اور اس جلیل القدر عہدہ کے قابل ثابت کیا

اور خاص و عام کے دلوں میں جسطرح سرڈ یوڈ بار۔ اور سرجارلس بیلی نے اپنی جگہ پیدا کی تھی انھوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔ میرے وہاں پہونچنے کے تھوڑی دیر بعد گاڑی آئی صحبہ سے بہت ہی تپاک اور محبت کے ساتھ ملاقات کی۔ فریدون جنگ بہادر اور مسٹر ہنکن بھی تھے اُن سے بھی ملے۔ کچھ دیر گفتگو ہونے کے بعد میں نے ایک شعر پڑھ کر اُن کو سنایا۔ چونکہ وہ خود بھی اردو اور فارسی کچھ کچھ جانتے ہیں۔ اور سمجھا اچھی ہے۔ اس شعر پر بہت ہی پھڑک

دیدۂ سعدی و دل ہمراہ تست

تا نہ پنداری کہ تنہا میروی

جب گاڑی روانہ ہوئی۔ اپنے مقام پر آیا بسمہ پھر میں صوبہ دار صاحب اپنے افسران ماتحت کو ملاقات کے لیے ساتھ لائے میں سب سے ملا۔ چنچولی کے دیسکھ بھیم سین راؤ۔ اور کشٹپا نائک راجۂ شورا پور۔ ان دونوں سے ملاقات کی یہ دونوں نوجوان اور مرفہ الحال ہیں علمی لیاقت جیسی چاہیئے

ویسی نہین ہے۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ دونون کو تحصیل
علم کا شوق ہے۔ راجہ شوراپور کی صحبت کے لوگ سنجیدہ
اور دور اندیش نہین معلوم ہوتے۔ مین نے برسر تذکرہ جب
ان کی شادی ہوئے یا نہوتے کا حال دریافت کیا تو انہون
نے شادی کرنے کا قصد بیان کیا۔ مین نے جب پوچھا کہ
یہ پیوند کہان ہوگا۔ انہون نے اپنے ماموں کی جانب اشارہ
کرکے کہا کہ یہ بھی ہین اور دوسرے ماموں بھی۔ اسپر پھر مین نے
سوال کیا کہ ایک ماموں کی لڑکی کروگے یا دونون کی۔ انہون نے
جواب دیا کہ دونون ماموون کی لڑکیان۔ مین نے ان سے
وجہ دریافت کی تو کہا کہ قدیم طریقہ انکے خاندان کا یہی کثرت
ازدواج کا ہے۔ پھر یہ کہتے تھے کہ انکے باوا نے متعدد
شادیان کین جسکی شہادت مین ان کے ماموں اور ان کے
ہمراہی اتالیق یا کارپرداز رطب اللسان ہوے کہ راجہ صاحب
کے والد کی خدا جانے سات یا اس سے زاید شادیان ہوئین
جسکا مفہوم یہ تھا کہ باوا جب کہ کئی شادیون کے جنجال مین

گرفتار ہوئے تھے تو فرزندِ ارجمند صرف طوق اور بیڑی کے
بھی کیا مستحق نہیں ہو سکتے ۔

ان کی واپسی کے بعد خطوط وغیرہ لکھتا رہا - آج پھر میری
ایڑی میں درد ہوا جسکے باعث میں کہیں نہ جا سکا - راجہ
اندر کرن بہادر نے تقسیم تمغہ جات متعلقہ نمایش کے لیے
درخواست کی تھی - جسکی میں نے افسوس کے ساتھ معافی چاہی ہے

جمعہ

آج صبح میں فرید و نجنگ بہادر اور مسٹر ہاکن - آئے تھے
سرکاری ضروری کاغذات متعلقہ پرائیویٹ سکرٹری دستخط
کرکے مسٹر ہنکن کے ساتھ جیل کا معائنہ کیا قیدیوں کے واسطے
جو تجربے مسٹر ہنکن نے اپنی نگرانی میں تیار کرائے درحقیقت
لائق ستایش ہیں - انہوں نے اپنے متعلقہ ہر کام کو خوش اسلوبی
اور کفایت شعاری سے کرکے دکھایا - اور ہمہ تن دلچسپی لیتے ہیں
محبس کے کل کارخانجات کا کام روز افزوں ترقی پر ہے - پولیس

ـسکے انتظام مین ہر وقت ایک نئی قابل تحسین بات پاتا ہون۔
ہر طرح سے مسٹر ہنکن مبارک باد کے مستحق ہین۔

انکے وہان کے مقامی عہدہ دارون ہین۔

(۱) مرزا حیدر علی بیگ صاحب منصرم مہتمم کوتوالی۔ اور اُنکے ماتحت افسرون نے میرے قیام تک نہایت تندہی اور دلچسپی اور بیدار مغزی سے اپنے کام کو ادا کیا۔ جہان اور اسباب خوش قسمتی کے مسٹر ہنکن کے لیے فراہم ہوے ہین۔ وہان ایک خوش قسمتی اُنکی یہ بھی ہے کہ اکثر عہدہ داران کے علاقے کے نہایت لایق جفاکش منتظم۔ باخبر۔ منتخب ہین۔

اگرچہ میرا قصد تھا کہ دفاتر وغیرہ بھی پھر کر ایک نظر دیکھ لون۔ مگر تعطیلاتِ عرس کے باعث کل دفاتر بند تھے۔ اسلیے مین نے صوبہ دار صاحب سے ایک تختہ طلب کیا ہے جس مین اُس کی وضاحت چاہی کہ گزشتہ دورے کی رپورٹ مین مین نے جو ہدایتین کی تھین۔ اُن کی تعمیل کہان تک ہوئی۔ باب وار بصراحت اطلاع دین۔ چنانچہ اُنھون نے جو تختہ پیش

کیا ہے۔ کاتب اِس کتاب کے انہیں طبع کیا جاتا ہے۔

صوبہ دار صاحب تجربہ کار اور دیانت دار عہدہ داروں میں سے ہیں۔ اُن کو اوروں کی طرح اپنے کام کی نمائش نہیں آتی مگر جسقدر وہ خود کام کرتے ہیں پسندیدہ ہوتا ہے۔ میرے کیمپ کے انتظام کے لیے ان عہدہ داروں کو صوبہ دار صاحب نے منتخب کیا تھا۔

مولوی نادر بہبود علی مرزا صاحب۔

مولوی غلام محمد صاحب طاہر

سید محمد کریم الدین صاحب ہیڈ کوارٹر انسپکٹر۔

ان منتخب شدہ عہدہ داروں نے اپنی ڈیوٹی کو عمدگی سے انجام دیا جس سے میں محظوظ ہوا۔

چونکہ میری رخصت ختم ہو چکی تھی اسلیے آج کی ٹرین میں جانے کا قصد کیا۔

صوبہ دار صاحب نے درخواست کی کہ اُن کے بچوں کی پرویٹ تعلیم کو میں بذاتِ خود دیکھوں۔ چنانچہ میں نے

اُنکی یہ درخواست قبول کی۔ اور سہ پہر کی چاے کے بعد اُن کے مکان پر (دہ دفتر کے مکان کے سامنے سرکاری مکان مین قیام پذیر ہین) جاکر پہلے اُن معلمہ لیڈیز سے ملاقات کی جو صوبہ دار صاحب کی ذاتی ملازم ہین اُن مین ایک لیڈی اپنی مادری زبان مین پاس شدہ ہونے کے علاوہ اردو زبان بھی اچھی فصیح بولتی ہین۔ اُنھون نے درخواست کی کہ مین صوبہ دار صاحب کی بچیون کی پڑھائی کو بذریعہ پردے کے سنون۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُن کی ہونہار لڑکیون نے انگریزی وغیرہ مین نثر اور نظم پڑھ کر سنائی۔ اس مین شک نہین کہ جس حد تک تعلیم ہوئی ہے نہایت کامیابی کے ساتھ ہوئی ہے۔ اگر صوبہ دار صاحب کا گھر نہ ہوتا اور کسی مقام پر پردے کی آڑ سے مین اُن لڑکیون کے لب ولہجہ کو سنتا تو کبھی باور نہ کرتا کہ ہمارے ملک کی وہ پردہ نشین لڑکیان ہین جن کو بات سمجھی کرنا نہین آتی۔ اُن کا لب ولہجہ بالکل یوروپیون کا ہے۔ عربی کی قاری ہین۔ اچھی خوش الحانی کے ساتھ قرات کرتی ہین

جو دلوں کو متاثر کرتی تھی۔

اس میں شک نہیں کہ صوبہ دار صاحب نے مصارف کا بار اُٹھا کر اپنی ہوشیار لڑکیوں کے حال پر احسان کیا کہ اُن کو لائق نائین بننے کے قابل اور لائق کر دیا۔ میں نے صوبہ دار صاحب کو اُن کی اس کامیابی کی مبارک باد دی۔

اور اپنی جگہ پر واپس آیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر زنانے کو ڈبوں میں سوار کر دیا۔ انجن بدستور ہمارے ڈبے اسٹیشن پر لے گیا۔ وہاں جو جو افسر موجود تھے اُن سب سے ملاقات کی اور ساڑھے سات بجے شب کے گاڑی میں خدا حافظ کہکر واپس ہوا۔ اور بروز شنبہ صبح کے چھ بجے بلدہ داخل ہو کر اپنے حاضر ہونے کی اطلاع سرکار میں کر دی۔

تمت بالخیر

یادداشت دورہ
بابتہ
اضلاع گلبرگہ و رائچور متعلقۂ صوبہ داری گلبرگہ شریف

نمبر شمار	مقام	نشان مسل	نمبر فقرہ [illegible]	خلاصۂ مضمون خانہ (۴)	کارروائی صوبہ داری	نتیجۂ تعمیل
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۱	ضلع رائچور	[illegible] ۱۸ ف رائچور ۱۹۹	فقرہ (۶) آبرسانی	غور کر لینا چاہیئے کہ جس مقدار میں پانی درکار ہے اُس قدر پانی کی سربراہی ذریعہ باولی ہو سکتی ہے یا نہیں۔	صوبہ داری سے ضلع کو لکھا گیا۔	ضلع سے تعمیل جواب آچکا ہے کہ بہ نگرانی سررشتۂ تعمیرات کل برآری و آبرسانی کا کام ہو چکا۔

۲	ضلع رائچور	سنہ ۱۸ف رائچور ۱۱۸	فقرہ (۷) قرنطینہ	یہ انتظام ممکن ہے کہ پلیگ افسر ایسے اشخاص کو اپنے مکان پر یا اسٹیشن کے نزدیک دیکھ لیا کریں اور اس طریق سے یہ لوگ پلیگ کیمپ کو ایک بعید مسافت طے کر کے جانے سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔	بشرح صدر	ضلع سے ڈاکٹر صاحب پلیگ کو تعمیل کے لیے توجہ دلائی گئی ہے مگر ضلع کو ڈاکٹر صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔
۳	〃	〃	فقرہ (۹) مڈل اسکول	انگریزی و زبانِ فارسی میں طلبا کا تلفظ درست نہیں ہے۔	صوبہ داری سے مہتمم صاحب تعلیمات کو لکھا گیا۔	جواب تعمیلی آچکا کہ کوشش جاری ہے۔
۴	〃	〃	〃	سر رشتہ تعلیمات کو مذہبی تعلیم کی طرف توجہ کرنے کے لیے حکم دیا گیا ہے اور	بشرح صدر	مہتمم صاحب تعلیمات نے نظامت تعلیمات سے

				اصول کو جاننے والے ہنود کی ایک کمیٹی کرکے اسپرحیث کی جاوے تو آسانی کے ساتھ تصفیہ ہو سکتا ہے ۔		کارروائی کرکے اطلاع دی ہے ۔ کارروائی جاری ہے
۵	ضلع رائچور	۱۸ شہریور ۱۳۴۹	فقرہ (۱۱) کچہری ضلع	محافظ خانے کے مکان کو بادی النظر میں ایک کمرے کے طور پر تعمیر کرنا بہتر ہوگا ۔	صوبہ داری سے ضلع کو لکھا گیا ۔	بغرض تعمیر برآورد ضلع سے صدر کو بھیجی گئی ہے ۔
۶	″	۱۷ مسـ ف ۲۶/۴۶ و ۳/۴ و ۱۶/۴۳	فقرہ (۱۲) بقایاے مالگزاری	کہا جاتا ہے کہ صوبہ دار صاحب نے بقایا کے متعلق کچھ مزید داخلہ ضلع سے طلب کیا ہے اس معاملہ کا تصفیہ ہو جانا مناسب ہے ۔	رقم پیشکش کے لیے بغرض ضبطی سرکار سے کارروائی جاری ہے اور رقم آبکاری کے لئے سرکار سے مراسلہ	کارروائی جاری ہے ۔

					آیا ہے کہ بارگاہ خسروی مین گزارش پیش کیگئی ہے اور رقم بقایاے مالگزاری کے لیے بغرض روانگی تختہ جاتِ الف ب ضلع کو لکھا گیا۔	
۶	،،	،،	فقرہ (۱۳۱) تعمیرات	باوجودیکہ سڑکون کی حالت ایسی ہے کہ اُن پر گزرنا دشوار ہے سڑک مذکور کی نگہداشت درجہ اول کی سڑک کے مانند	صوبہ داری سے ضلع کو لکھا گیا۔	ضلع سے جواب آیا کہ بڑا ورد بمراد منظوری صدر کو گئی ہے تیز سڑکون کی [illegible]

				ہونا چاہیے۔ اور اسپر اسٹیم رولر بھی پہنچ آنا مناسب ہوگا۔			بھی ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ اور اسٹیم رولر بھی خرید کرلیا گیا ہے۔
٨	״	״	فقرہ (۱۴) مجلس مقامی۔	چار مہینے گزر گئے اب تک ایک کمیٹی بھی منعقد نہیں ہوئی۔		بشرح صدر	جواب نہیں آیا۔ ادائی جواب کے لیے تاکید بھی کی گئی ہے
۹	״	״	״	نزول کیلئے احکام مجریہ لائق ترمیم ہیں		بشرح صدر	ضلع کو حکم دیا گیا کہ حسب منشا محصولات مقامی تعمیل کیجائے۔

۱۰	″	″	دم پٹی	ان رعایا سے جو پٹی وصول کیجاتی ہے وہ صرف انکی مویشی کی چرائی کا محصول ہے شاید اسی محصول چرائی کے لئے ان کو شکایت ہے۔	بشرح صدر	بروے محصولات مقامی اب یہ پٹی موقوف کی گئی۔
۱۱	″	″	فقرہ (۱۵) انتظام لوکلفنڈ	دیہات مین جو رقم لوکلفنڈ صرف ہوتی ہے وہ زیادہ تر ذریعہ آبنوشی - چاوڑیون - دہرم سالون اور سڑکون مین خرچ ہونا چاہیئے۔	بشرح صدر	ہنوز جواب تعمیلی نہین آیا۔ تاکید بھی کیگئی۔
۱۲	″	″	فقرہ (۱۷) سکہ کلدار	موجودہ حالت کا بالکلیہ انسداد اسوقت تک	بروے احکام صدر محبوبیہ سکہ	ضلع کو لکھا گیا ہنوز جواب

۱۳	ضلع گلبرگہ	ف ۱۸۱/۲۸ گلبرگہ	نقرہ (۲۰) بنگلہ جات کنٹونمنٹ	نہین ہوسکتا جب تک ایک ایسا حکم نافذ نکیا جاے کہ جسکی روسے تجارتی معاملات مین محبوبیہ سکہ کا قبول نہ کرنا جرم قرار نہ دیا جائے ان خالی بنگلہ جات کی نسبت بحث ہے کہ یہ خالی بنگلہ جات سررشتہ مالگزاری کے تفویض کئے جائین تاکہ صوبہ دار صاحب ان کو کرایہ پر دینے یا دوسری طرح پر کام مین لانیکا انتظام کرین۔	کا قبول نہ کرنا پہلے ہی سے جرم قرار دیا جاچکا ہے مگر اسکی تعمیل نہین ہوتی۔ صوبہ داری سے صدر مین لکھا گیا۔	نہین آیا۔ اسوقت تک مکانات سررشتہ مال کے تفویض نہین ہوے کارروائی جاری ہے۔

۱۴	ضلع گلبرگہ	۹/۲۸ مستقر گلبرگہ ۱۷ آذر	فقرہ (۲۱) زمین سول اسٹیشن	گلبرگہ کے غربی جانب کی زمین کا کوئی حصہ بالخاص منظوری الگزاری تعمیر مکانات وغیرہ کو نہ دیا جائے سڑک مذکور کی غربی جانب اس قسم کی توسیع مکانات کی اجازت دی جاسکتی ہے لیکن شرقی جانب کی کل زمین سول اسٹیشن کے لئے محفوظ رہنی چاہئے	صوبہ داری سے ضلع کو لکھا گیا	صاحب ضلع نے مہتمم صاحب توکلافنڈ کو تعمیل کے لیئے لکھا ہے۔
۱۵	"	"	"	طریقہ مناسب تو یہ ہے کہ جاگیر دار مذکور سے کل جاگیر لے لیجائے اور اسکے معاوضہ	بشرح صدر	کارروائی تبادلہ جاری ہے آیندہ تعمیل ہوگی۔

				مین دوسری زمین مساوی المحاصل دیدیجائے جو رعایا اس وقت تک زمین مذکور کے چھوٹے چھوٹے قطعات کی زراعت کر رہی ہیں وہ سرکار کی رعایا ہو جائینگی اور جو زمین اس وقت تک سرکار کے قبضہ مین ہے وہ سول اسٹیشن یا کنٹونمنٹ کا جز ہو جائے گی		
۱۶	〃	۲۸۹/۲۸ گلبرگہ	فقرہ (۳۲) رسٹ ہوز	اکثر میز کرسیان شکستہ ہیں معتمد صاحب	صوبہ داری سے مہتمم	مہتمم صاحب تعمیرات نے

			علاقہ تعمیرات	صاحب تعمیرات کو حکم دیا گیا ہے کہ اس بنگلہ کے سلئے مناسب فرنیچر کا انتظام کرین اور اسکو درست حالت مین رکھین۔ اس قسم کے تمامی بنگلہ جات کے لیے بنگلہ جات علاقہ لوکلفنڈ کے مانند ایک ہی اسکیل کا فرنیچر ہونا چاہیئے۔	صاحب تعمیرات کو لکھا گیا۔	جواب تعمیلی ادا کیا ہے کہ مسافر بنگلہ گلبرگہ مین بہت عمدہ فرنیچر سجا دیا گیا ہے۔
۱۷	ضلع گلبرگہ	۱۷ اسفن ۴۴/۱۵ گلبرگہ	فقرہ (۲۴۳) کچہری صوبہ داری	جس مکان مین پیمایش کا دفتر تھا یہ وہی عمارت ہے جسکو اعلیحضرت نے بوقت رونق	گورنمنٹ ہاؤس کو متصل محافظ خانہ بنانے کے لئے	ہنوز محکمہ سرکار سے منظوری نہین آئی۔

					افروزی شہر گلبرگہ اپنے قیام گاہ کے لیے پسند فرمایا ہے اس میں تعمیر محافظ خانہ کی نسبت کوئی کارروائی نہیں کیجائیگی۔	صدر سے کارروائی کیگئی	
۱۸	ضلع گلبرگہ			فقرہ (۲۵) محصولخانہ کرورگیری	اس محصول خانہ کے اطراف ایک دیوار کی ضرورت ہے اسکے لیے فوراً درخواست پیش ہونی چاہیئے۔	صوبہ داری سے مہتمم صاحب کرورگیری کو لکھا گیا۔	ضلع سے کلاسر کو پیمایش کا حکم دیا گیا ہے۔ اور کارروائی جاری ہے۔
۱۹	″		۵/۷ سے ۱۲ ف	فقرہ (۲۶) وصول مالگزاری	اگر تختہ بالامین تعداد سروے نمبر اور رقبہ اور رقم درج رہتی تو تختہ مذکور زیادہ مفید ہوتا۔ کیونکہ اس صورت مین یہ معلوم ہوسکتا	صوبہ داری سے اسکے متعلق صدر عدالت کو توجہ دلائی گئی۔	کارروائی جاری ہے

تھا کہ رقمِ وصول شدہ کی مناسبت بلحاظِ
محاصلِ سالانہ کسقدر تھی - قابلِ زراعت
زمین کی جو قیمت وصول ہوتی ہے وہ
عموماً زمین مذکور کے سالانہ محاصل سے دو چند
ہوتی ہے - آیا نقد رقم کی ڈگریون کی ادائی
مین مقبوضات کا جو انتقال ہوتا ہے اسکو
روکنے کے لئے سرکار کی طرف کسی انتظام
کی ضرورت ہے یا نہین -

۲۰	"	"	۸۸۴/۲۸ سنہ ۱۸ف	فقرہ (۲۸) ہائی اسکول	اس ہائی اسکول مین فرنیچر و نقشہ جات و آلات متعلقہ کیمیا کی سخت ضرورت ہے	صوبہ داری سے صدر مہتمم صاحب تعلیمات کو لکھا گیا	جواب لتعمیلی آیا ہے کہ جدید فرنیچر آچکا ۔
۲۱	"	"	"	"	ایک بورڈنگ ہوس قایم کرنے کی ضرورت ہے اسکے لیے صوبہ دار صاحب چندہ کر رہے ہین ۔ یہ تجویز اچھی ہے لیکن اسکی احتیاط کرنی چاہیئے کہ چندہ بخوشی دیا جاے ۔	صوبہ داری مین کارروائی جاری ہے ۔	آیندہ لتعمیل ہوگی ۔
۲۲	"	"	۱۰۱/۱۳ سنہ ۱۸ف	فقرہ (۳۰) خزانہ بازار	جب مین وہان گیا تو وہ غلیظ تھا اسکو	صوبہ داری سے ضلع کو	حسب الحکم کام ختم ہوچکا ۔

				بالکل پاک صاف رکھنا چاہیے۔ نیچے والے جو احاطہ دیوار کے اطراف مین بیٹھتے ہین بیچارے سایہ نہونے کی وجہ سے بارش مین بھیگتے ہین اور دھوپ مین تپتے ہین۔ انکی آسائش کے لیے سائے کی سخت ضرورت ہے چنانچہ اسپارے مین تاکید کردی گئی اور یقین ہے کہ جلد اسکی تعمیل ہوگی۔	لکھا گیا۔	
۲۳	″	$\frac{۵۳۴}{۲۹}$ سنہ ۱۷ف	فقرہ (۱۳) شفاخانہ	ڈاکٹر کو پانی نہ ملنے کی شکایت ہے گلبرگہ مین	صوبہ داری سے اسپارے	معتمد صاحب علاقہ طبابت

				عموماً پانی کی قلت سے تھوڑے ہی عرصہ قبل تک شفاخانے میں پانی لانے کے لیے (۴) قیدی متعین تھے ڈاکٹر کی استدعا ہے کہ پھر انکو متعین کردیا جائے۔	میں تحریک کی گئی۔	سے کارروائی جاری ہے
۴۴	″	.	فقرہ (۴۳) شفاخانہ اناث	رانی صاحبہ نے جو چندہ دیا ہے بقیہ رقم کا تکملہ لوکل فنڈ سے کیا جائے۔ اس معاملے کے تصفیہ میں مطلق دیر نہ ہونی چاہیے۔	صوبہ داری سے تکمیل کارروائی کے لیے لکھا لکھا گیا۔	تیاری مکان کے لیے یوسف سیٹھ کو گتہ دیا گیا
۴۵	″	۱/۲ سنہ ۱۸ ف	فقرہ (۴۴) گلبرگہ	یہ نہایت افسوسناک امر ہے کہ اس قسم کے	صوبہ داری سے تحریک	آفتاب جوسگہ کا گتہ جاہا الدینا

			کیلئے آبرسانی کا انتظام	ایک اہم معاملے کے پیش کرنے میں اس قدر تعویق ہوئی۔ پہلے جو کرنا ہے وہ یہ ہے کہ گنڈی بھر دی جائے اور میں اس کام کو جہاں تک ممکن ہو جلد شروع کیا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔	کی گئی اور منظوری بھی صادر ہو چکی۔	گتہ دار کو دیا گیا ہے۔ کام جاری ہے۔
۲۶	〃	۶۶/۱۴ ۱۸ الف	فقرہ (۲۵) نزول	صوبہ دار صاحب کو چاہیے کہ احتیاط کیساتھ اس مسئلے پر غور کر کے اسکے متعلق رپورٹ پیش کریں۔	نزول گھر ہٹی کے لئے نسبت اظہار رائے صاحبان اضلاع کو لکھا گیا۔ ابھی ضلع بیدر و گلبرگہ سے جواب آنا باقی ہے	بعد تکمیل جواب اضلاع محکمہ سرکار میں رپورٹ پیش کیجائے گی۔

۴۷	"	۱۷/۱۰ ۱۳۴۷ ف	فقرہ (۳۶) ہفت گنبد	سالانہ پچاس ہزار روپیہ تا تکمیلِ مرمت بغرضِ تعمیر و ترمیم وغیرہ دینا چاہیئے۔ ——— ۰۰ ———	صوبہ داری سے محکمۂ سرکار مین تحریک کی گئی ہے	دفتر سرکار سے جواب صادر ہوا کہ محکمۂ فینانس سے ہنوز تصفیہ نہین ہوا۔ کارروائی جاری ہے

اردو مضامین